درسِ غالب

مرتبہ

پیرزادہ ابراہیم حنیف - اڈیٹر درسِ غالب

اُردوئے معلّیٰ اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

پبلشر

شیخ محسن علی پروپرائیٹر مظفّر بک ڈپو

اندرون لوہاری گیٹ لاہور

۱۹۳۰ء

پہلا اڈیشن — قیمت عہ

دیباچہ درسِ غالب

اُردو دیوان غالب کے اور بھی متعدد اڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور ہر ایک ناشر نے حتی المقدور اپنی طرف سے صحت اور اسناد میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیا لیکن چونکہ بدقسمتی سے رائج الوقت نسخوں کی بنیاد بالعموم کسی مُستند اور صحیح ترین نسخہ پر نہیں ہے۔ اس لئے اِس نقص کے باعث۔ ایک ایسے مُستند درسی طرز کے اُردو دیوان غالب کی ضرورت عام طور پر محسُوس ہو رہی تھی۔ جو زیادہ سے زیادہ وثوق کے ساتھ مرزا غالب کے اصلی الفاظ سے روشناس کرا سکے۔

ہم نے اس عام ضرورت کو مدِنظر رکھ کر "درس غالب" کے نام سے مکمل اردو دیوان غالب کو نہایت احتیاط سے مرتب کیا۔ اگرچہ اس کی صحت و درستی میں ہر ممکن کوشش کی گئی ہے لیکن دوسرے نسخوں سے مقابلہ کی ناگوار بحث کو ہم دیدہ و دانستہ نظر انداز کرتے ہیں۔ اس کا فیصلہ خود سخن فہم و سخندان احباب پر ہے ؎

ادائے خاص سے غالب ہُوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

بلحاظ کلام - درسِ غالب کے دو ماخذ ہیں -

ا مطبوعہ اردو دیوانِ غالب ۱۸۴۷ء

۲ بعد کے کلام کے لئے - دوسرے عام مروّج دیوان غالب

بہرحال درسِ غالب - مرزا غالب کے قدیم و جدید اردو کلام کا مکمل - مستند اور بہترین مجموعہ ہے -

اردو کی خوش قسمتی سے کلام غالب کی قدر و منزلت دِن بدن زیادہ ہوئی جاتی ہے - خصوصاً اردو اشعار کو - ضرب المثل یا سند کے طور پر استعمال کئے جانے کا میلان روز بروز بڑھتا جا رہا ہے - مگر افسوس کسی حوالہ یا سند کی تلاش کے سلسلہ میں چونکہ تمام دیوان غالب کو مکمّل پڑھنا ممکن نہیں ہے - اور موجودہ گڈ مڈ ترتیب غزلیات سے - متفرق اشعار - یا ترکیب شاعرانہ کا بآسانی پتہ چلتا اُس سے بھی مشکل کام ہے +

(۱) اِس " سب سے پہلے اِس دِقّت کو رفع کرنے کے لئے ہم نے - درسِ غالب کی ترتیب میں عام نسخوں کی پیروی نہیں کی بلکہ کلام غالب کو با قاعدہ اور مسلسل طور پر رکھنے کے لئے - ردیفوں کو درجہ وار حروف تہجّی کے ماتحت منظم بنا دیا ہے - چنانچہ اس سے ایک بڑی حد تک یہ آسانی پیدا ہو گئی ہے کہ غزلیات وغیرہ کو صرف ردیف وار ڈھونڈھنے سے ایک دو منٹ میں ہر غزل اور شعر کا پتہ لگایا جا

سکتا ہے ٭

(۲) یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ اِس منظّم اور باقاعدہ ترتیب کی بدولت مرزا غالب کے مشہور

مطلع

ع نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

کی غزل کا نمبر۔ خود بخود آغازِ کلام میں سب سے پہلے آگیا ہے ٭

مرزا غالب مسلک وحدت الوجود کے قائل تھے اس لئے اُن کے کلام کا ایسا حسبِ حال بر جستہ افتتاح بجائے خود ایک دلچسپ نکتہ ہے اور بلحاظ فنِ تصوف آغاز کلام میں ایک وجودی مشرب شاعر سے شاید ایسی طرز کی حمد اور نعت زیادہ سے زیادہ برجستہ و برمحل ہو بھی سکتی ہے ٭

(۳) ترتیب منظم کے ماسوا۔ مرّتب درسِ غالب نے مرزا غالب کے کسی لفظ وغیرہ میں کوئی تصرف نہیں کیا۔ البتہ طرز کتابت میں سررشتۂ تعلیم کے سِسٹم کے مطابق جو چند اصلاحیں ناگزیر تھیں ان کا مناسب اِستعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ سہ نثر ظہوری کی طرح مرزا غالب کے کلام کا خاصہ یہ ہے کہ اگر اسے بالکل دُرست پڑھ لیا جائے۔ تو پھر مطلب فہمی میں کوئی غیر معمولی رکاوٹ باقی نہیں رہتی ٭

(۴) اس ضرورت کو پُورا کرنے کے لئے

ہم نے حسبِ ضرورت جُملہ ہائے معترضہ کو خطوط وحدانی میں لے لیا ہے۔ اور استفہام۔ تعجب۔ حیرت۔ افسوس۔ مسرت وغیرہ کے موقعوں پر مناسب علامات لگا دی گئی ہیں۔ نیز ہر جُملہ کے آغاز و اختتام کو دِکھلانے کے لئے جملوں کے اختتام پر وقفہ کی علامت لکھی گئی ہے ٭

(۵) ے مجہول و ی معروف کی کتابت میں امتیاز قائم کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں۔ ترکیب وصفی و ترکیب اضافی نیز اعلام۔ اور دیگر نحوی یا صرفی ترکیبوں پر " کے نشانات لگا کے انہیں باقی مضمون سے متمیز کیا ہے۔ اور ان تمام اصلاحات کا مقصد صرف اِتنا ہے کہ۔ ناظرین ایک سرسری نظر میں بھی۔ درسِ غالب سے بطور درس ادب صحیح معنوں میں کامل استفادہ فرما سکیں ٭

گویا اُنھوں نے آج خود مرزا غالب مرحوم سے اُن کے کلام کو سُنا پڑھا اور سمجھا ہے ٭

(۶) درسِ غالب کی بُنیاد جس قدیمی مطبوعہ اردو دیوان غالب پر رکھی گئی ہے۔ وہ بماہ مئی ۱۸۴۷ء۔ مطبع دارالسلام دہلی حوض قاضی میں چھاپا گیا تھا ٭

ماہ مئی ۱۸۴۷ء = (جمادی الاوّل ۱۲۶۳ھ) کے اس مطبوعہ نسخہ کی ضخامت (۹۸) صفحات

پر مشتمل ہے اور اس میں کل اشعار و ابیات (۱۱۵۹) ہیں اور اِس مطبوعہ اردو دیوان کو مرزا غالب کی نظرِ ثانی اور اصلاح کا فخر حاصل ہے۔

(۷) دیوان ہذا کے شروع میں مرزا غالب کا خود نوشتہ فارسی دیباچہ ہے۔ مگر اِس دیباچہ پر ہرگز کوئی تاریخ یا مہینہ وسن نہیں ہے۔ اور آخر میں نواب ضیاء الدّین نیّر۔ رئیس دہلی جامع اردو دیوان غالب کا خاتمہ دیوان (۹۷-۹۸) فارسی میں ہے۔ جامع اُردو دیوان نے یہ خاتمہ ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء ہجری میں اُردو دیوان غالب کو مرتب و مدوّن کر کے تحریر فرمایا تھا۔ اُس وقت اشعار اُردو کی کل تعداد (۱۱۰۰) تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

"ہمگی اشعار شعری شعار۔ غزل و قصیدہ و قطعہ و رباعی یکہزار و یکصد اند"

(۸) بوقت طباعت دیوان ہذا چونکہ مرزا غالب نے اس خاتمہ کا عنوان خود تحریر فرمایا ہے اِس لئے جہانتک حالات کا تعلق ہے یہ مستند اردو دیوان غالب مطبوعہ ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۳ء شروع سے آخر تک لفظ بلفظ۔ مرزا غالب کا مسلمہ و مصدقہ ہے۔ اور اس کی صحت میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے

درسِ غالب میں (۱۸۸۰) اشعار ہیں۔

(۹) جہانتک مجھے معلوم ہے غدر ۱۸۵۷ء سے بھی دس سال پہلے چھپے ہوئے اردو دیوان غالب کا یہ مستند اڈیشن ۱۸۴۷ء۔ مدتوں سے نہ صرف کمیاب بلکہ قریب نایاب ہے۔

(۱۰) لہذا اس ایڈیشن کی قدامت اور صحت کی گوناگوں خوبیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے میرے دل کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ صرف میں تن تنہا اِس سے فائدہ اُٹھاؤں اور دُوسرے صاحب ذوق اور حقیقت آشنا ہزارہا اُدبا و فضلاء کو بدستور اِس کی دلچسپیوں سے محروم رکھوں

(۱۱) چنانچہ اسکے نہایت صحیح اڈیشن کی اشاعت کو مناسب سمجھا گیا - یہ درس غالب صد سالہ یادگاری علمی ارمغان کے طور پر بانمکین ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے -

(۱۲) کلام غالب کے محترم شائقین میں بالعموم کالجز کے اساتذہ اور طلباء کا اعلیٰ طبقہ خاص امتیازی شان رکھتا ہے - اِس لئے دانستہ عام اخباری یا شاعرانہ نکتہ نظر کو نظرانداز کرکے اس درس غالب کو درسی طرز میں پیش کیا جاتا ہے اور اِسی درسی مناسبت سے اِسکا نام بھی درس غالب رکھا گیا ہے

(۱۳) ہمیں اُمید ہے کہ یہ اڈیشن اردو علم و ادب اور بالخصوص کلام غالب سے دلچسپی رکھنے والے ہزارہا قابل احترام ذی علم احباب کی پسندیدگی سے علمی سرمایہ افتخار حاصل کرسکیگا۔

باوجود ان خوبیوں کے قیمت بہت کم رکھی گئی ہے

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

۵ رجب ۱۳۵۵ھ ابراہیم حنیف - مقام لاہور

درسِ غالبؔ

نہ تھا۔ کچھ تو، خُدا تھا۔ کچھ نہ ہوتا۔ تو، خدا ہوتا
ڈبویا۔ مجھ کو۔ ہونے نے۔ نہ ہوتا میں تو۔ کیا ہوتا!
ہُوا جب غم سے یُوں۔ بے حِس۔ تو غم کیا؟ سر کے کٹنے کا
نہ ہوتا گر جُدا تَن سے۔ تو زانو پر۔ دھرا ہوتا
ہوئی مُدّت کہ غالبؔ مر گیا۔ پر یاد آتا ہے
وہ ہر اِک بات پر کہنا۔ کہ یُوں ہوتا تو کیا ہوتا!

یہ نہ تھی، ہماری قسمت، کہ وصالِ یار۔ ہوتا
اگر اَور جیتے رہتے۔ یہی انتظار، ہوتا
ترے وعدے پر جئے ہم۔ تو۔ یہ جان۔ جُھوٹ جانا!
کہ۔ خوشی سے۔ مر نہ جاتے؟ اگر۔ اِعتبار ہوتا
تری نازکی سے جانا، کہ بندھا تھا عہد بودا

کبھی تو نہ توڑ سکتا۔ اگر اُستوار ہوتا

کوئی میرے دِل سے پُوچھے۔ ترے "تیرِ نیم کش" کو

یہ خلِش کہاں سے ہوتی؟ جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے؟ کہ بنے ہیں دوست ناصح

کوئی "چارہ ساز" ہوتا۔ کوئی "غمگسار" ہوتا

رگِ سنگ سے "ٹپکتا" وہ لہو" کہ پھر نہ تھمتا

جسے غم سمجھ رہے ہو۔ یہ اگر شرار ہوتا

غم اگرچہ جاں گُسِل ہے پہ کہاں بچیں؟ کہ دِل ہے

"غمِ عشق" گر نہ ہوتا۔ غمِ رُوزگار ہوتا

کہوں کس سے میں؟ کہ کیا ہے؟ "شبِ غم" بُری بلا ہے

مجھے کیا۔ بُرا۔ تھا مرنا؟ اگر۔ ایک بار ہوتا

ہُوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا؟

نہ کبھی جنازہ اُٹھتا۔ نہ کہیں مزار ہوتا

اُسے کون دیکھ سکتا؟ کہ یگانہ ہے وہ یکتا

جو دُوئی کی بُو بھی ہوتی، تو کہیں "دوچار" ہوتا

یہ مسائلِ تصوّف! یہ ترا بیان غالبؔ!

تجھے ہم وَلی سمجھتے جو نہ "بادہ خوار" ہوتا

گھر ہمارا (جو نہ روتے بھی تو) ویران ہوتا

بحر۔ گر۔ بحر۔ نہ ہوتا۔ تو۔ بیاباں۔ ہوتا

"تنگیٔ دِل"۔ کا گِلہ کیا؟ یہ وہ کافر دل۔ ہے
کہ اگر تنگ نہ ہوتا۔ تو پریشان۔ ہوتا
بعد یک "عمرِ ورع"۔ بار تو دیتا۔ بارے
کاش! رِضواں۔ ہی "درِ یار کا دَرباں"۔ ہوتا
تو دوست کِسوؔ کا بھی۔ "سِتم گر"۔ نہ ہُوا تھا
اَوروں پہ ہے وہ ظُلم! کہ مجھ پر۔ نہ ہُوا تھا
چھوڑا "مہِ نخشب کی طرح" "دستِ قضا" نے
خورشید۔ ہنوز اُوسکی برابر۔ نہ ہُوا تھا
توفیق" بہ اندازۂ ہمّت" ہے اَزَل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ۔ کہ گوہر نہ ہُوا تھا
جب تک کہ نہ دیکھا تھا "قدِ یار" کا عالم
میں "مُعتقدِ فتنۂ محشر" نہ ہُوا تھا
"میں سادہ دل"۔ آزُردگیٔ یار سے خُوش ہُوں
یعنی۔ "سبقِ شوق "مکرّر"" نہ ہُوا تھا
دریائے معاصی۔ تنک آبی سے ہُوا خشک
میرا سر دامن بھی۔ ابھی۔ تر۔ نہ ہُوا تھا
جاری تھی اسدؔ۔ داغ جگر سے میرے تحصیل
"آتش کدہ۔ جاگیرِ سمندر"۔ نہ ہُوا تھا
میں۔ اور بزمِ مے سے۔ یُوں "تشنہ کام"۔ "آؤں"۔

علہ کسو.. ن ۲ کسی ۳ اُوسکی .. ن ۳ اُسکی

گر۔ میں نے کی تھی "توبہ" ساقی کو کیا ہُوا تھا؟

ہے ایک تیر جس میں۔ دونوں چھدے پڑے ہیں

وہ دن گئے۔ کہ اپنا "دل سے جگر۔ جُدا" تھا

درماندگی میں غالبؔ۔ کچھ بن پڑے تو۔ جانوں

جب رشتہ بے گرہ، تھا۔ ناخن۔ "گرہ کشا" تھا

شب۔ کہ "برق سوزِ دل" سے۔ "زہرہ ابر" "آب" تھا

شعلۂ جوالہ۔ ہر اک "حلقۂ گرداب" تھا

وہاں۔ کرم کو۔ عذرِ بارش، تھا "عناں گیرِ خرام"

گریہ سے۔ یہاں۔ پنبۂ بالش "کفِ سیلاب" تھا

وہاں "خود آرائی" کو تھا "موتی پرونے۔ کا خیال"

یہاں۔ ہجومِ اشک میں۔ تارِ نگہ "نایاب" تھا

جلوۂ گل نے کیا تھا۔ وہاں "چراغاں آب جو"

یہاں۔ رواں "مژگانِ چشمِ تر" سے۔ "خونِ ناب" تھا

یہاں "سرِ پُر شور" "بے خوابی" سے تھا۔ دیوار جو

وہاں وہ "فرقِ ناز۔ محوِ بالشِ کم خواب" تھا

یہاں نفس کرتا تھا روشن "شمعِ بزمِ بے خودی"

جلوۂ گل۔ وہاں۔ بساطِ صحبتِ احباب۔ تھا

فرش سے تا عرش، وہاں طوفاں تھا موجِ رنگ کا

یہاں۔ زمیں سے آسماں تک "سوختن کا باب" تھا

۲ قطعہ (۱ غزل)

ناگہاں! اِس رنگ سے۔ خُوں نابہ ٹپکانے لگا
دِل کہ "ذوقِ کاوشِ ناخُن سے۔ لذّت یاب" تھا

نالۂ دِل میں شب "اندازِ اثر" نایاب، تھا
تھا "سپندِ بزمِ وصلِ غیر" گو۔ بیتاب، تھا

مقدمِ سیلاب سے۔ دِل۔ کیا۔ نِشاط آہنگ ہے!
خانۂ عاشِق۔ مگر۔ سازِ صدائے آب، تھا

نازِشِ ایّامِ خاکستر نشینی۔ کیا کہوں!
پہلوئے اندیشہ "وقفِ بسترِ سنجاب"، تھا

کچھ نہ کی۔ اپنے جُنُونِ نارسا نے۔ ورنہ یہاں
ذرّہ ذرّہ "رُوکشِ خورشیدِ عالم تاب"، تھا

آج کیوں پروا نہیں۔ اپنے اسیروں کی تجھے؟
کل تلک۔ تیرا بھی "دِل۔ مہر و وفا کا باب" تھا

یاد کر وہ دِن۔ کہ۔ ہر اِک حلقہ تیرے دام کا
انتظارِ صید میں۔ اِک "دیدۂ بے خواب" تھا

میں نے روکا رات۔ غالبؔ کو۔ وگرنہ دیکھتے!!
اُس کے سیلِ گریہ میں "گردوں" کفِ سیلاب تھا

دھمکی میں مر گیا۔ جو۔ نہ بابِ نبرد، تھا
"عشقِ نبرد پیشہ۔ طلبگارِ مرد" تھا

تھا زندگی میں "مرگ کا کھٹکا" لگا ہُوا

اُڑنے سے پیشتر بھی۔ میرا رنگ ”زرد“ تھا
”تالیف۔ نسخہ ہائے وفا“ کر رہا تھا۔ میں
مجموعۂ خیال۔ ابھی ”فرد۔ فرد“، تھا
دِل تا جگر۔ کہ۔ ساحلِ دریائے خُوں، ہے۔ اب
اِس ”رہ گزر“، میں۔ جلوۂ گُل ”آگے۔ گرد“ تھا
جاتی ہے کوئی؟ کشمکش ”اندوہِ عشق“ کی
دِل بھی اگر گیا۔ تو وُہی ”دِل کا درد“ تھا
احباب ”چارہ سازیٔ وحشت“ نہ کر سکے
زِنداں میں بھی۔ خیال، بیاباں نورد۔ تھا
یہ لاش بے کفن ”اسدِ خستہ جاں“ کی ہے!
حق مغفرت کرے! ”عجب آزاد مرد“ تھا
جز قیس۔ اور کوئی نہ آیا ”برُوئے کار“
صحرا۔ مگر۔ بہ تنگیٔ۔ چشمِ حسُود۔ تھا
آشفتگی نے نقشِ سویدا ”کیا دُرست“
ظاہر ہُوا۔ کہ۔ داغ کا سرمایہ دُود تھا
تھا خواب میں۔ خیال کو۔ تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھُل گئی۔ نہ زیاں تھا۔ نہ سُود تھا
لیتا ہوں مکتبِ غمِ دل میں سبق ہنوز
لیکن یہی۔ کہ ”رفت گیا۔ اور بود تھا“

ڈھانپا کفن نے ۔ داغِ عیُوب برہنگی
ہیں ۔ وَرنہ ہر لباس میں ۔ ننگِ وجُود ۔ تھا
تیشے بغیر ۔ مر نہ سکا ۔ کوہ کن "آسَد
سر گشتۂ خمارِ رُسوم ۔ و قیُود " تھا
ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا ۔ حساب
خُونِ جگر " ودیعتِ مژگانِ یار " تھا
اب میں ہوں ۔ اور ۔ ماتمِ یک شہرِ آرزو
توڑا جو تو نے آئینہ تمثال وار ۔ تھا
گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو ۔ کہ میں
"جاں دادہ ۔ ہوائے سرِ رہ گزار" تھا
"موجِ سرابِ دشتِ وفا" کا ۔ نہ پوچھ حال
ہر ذرہ ۔ مثل "جوہرِ تیغ ۔ آب دار" تھا
کم جانتے تھے ہم بھی "غمِ عشق" کو ۔ پر ۔ اب
دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار ۔ تھا
آئینہ دیکھ ۔ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے !!
صاحب کو ۔ دل نہ دینے پہ ۔ کتنا غرور ۔ تھا
قاصد کو اپنے ہاتھ سے ۔ گردن نہ ماریئے
اُوس کی خطا نہیں ہے ۔ یہ میرا قصُور ۔ تھا
شب کہ " وہ " مجلس فروزِ خلوتِ ناموس " تھا

۲ = دار (دار) ۳ ره گئے = ۲ بیٹھ گئے ؛ ۱ اُوس = ۲ اُس ۵ کو = ۲ کی

رشتۂ ہر شمع۔ خارِ کِسوتِ فانوس" تھا
مشہدِ عاشق۔ سے کوسوں تک جو اُوگتی ہے۱ حِنا
کس قدر! یارب! "ہلاکِ حسرتِ پابوس"۔ تھا
"حاصلِ اُلفت" نہ دیکھا۔ جز۔ شکستِ آرزو"
دل بہ دل پیوستہ۔ گویا۔ یک "لبِ افسوس" تھا
کیا کہوں! بیماریٔ غم۔ کی فراغت کا بیان
جو کہ۔ کھایا خونِ دل۔ بے مِنّتِ کیموس تھا
شب۔ زُلف و رُخِ عرق فشاں کا غم۔ تھا
کیا شرح کروں۔ کہ طُرفہ تر عالم۔ تھا
رویا میں ہزار آنکھ سے صبح تلک
ہر قطرۂ اشک۔ دیدۂ پُر نم" تھا
شب" خُمارِ شوقِ ساقی" رستخیز اندازہ تھا
تا مُحیطِ بادہ" صورت خانۂ خمیازہ" تھا
یک قدم۔ وحشت۔ سے" درسِ دفترِ اِمکاں" کھُلا
جادہ (اجزائے دو عالم دشت کا) شیرازہ تھا
مانعِ وحشت۔ خرامی ہائے۔ لیلیٰ! کون ہے؟
"خانۂ مجنونِ صحرا گرد" "بے دروازہ" تھا
پُوچھ مت! "رسوائیِ۔ اندازِ استغنائے حسن"
"دست۔ مرہُونِ حِنا" رُخسار۔ رہنِ غازہ" تھا

ا۔ اوگتی = نہر اگتی۔ م۔

نالۂ دل نے دیئے "اوراقِ لختِ دل" بہ باد
یادگارِ نالہ "یک دیوانِ ۔ بے شیرازہ" تھا
ہوئی تاخیر ۔ تو ۔ کچھ "باعثِ تاخیر بھی تھا؟
آپ آتے تھے ۔ مگر ۔ کوئی عناں گیر بھی تھا!
تم سے بیجا ۔ ہے، مجھے ۔ اپنی تباہی کا گلہ
اُس میں کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر" بھی تھا
تو! مجھے بھول گیا ہو ۔ تو ۔ پتا بتلا دوں؟
کبھی ۔ فتراک میں تیرے ۔ کوئی "نخچیر" بھی تھا؟
قید میں ہے ۔ ترے وحشی کو ۔ وہی زُلف کی یاد
ہاں! کچھ ۔ اک رنج "گراں باریٔ زنجیر" بھی تھا!!
بجلی اک کوند گئی ۔ آنکھوں کے آگے" ۔ تو ۔ کیا؟
بات کرتے ۔ کہ ۔ میں ۔ "لب تشنۂ تقریر" بھی تھا
یوسف اُس کو کہوں ۔ اور ۔ کچھ نہ کہے خیر ہوئی!!
گر ۔ بگڑ بیٹھتے، میں "لائقِ تعزیر" بھی تھا
دیکھ کر "غیر" کو ۔ ہو ۔ کیوں ۔ نہ کلیجہ ٹھنڈا
نالہ ۔ کرتا تھا ۔ ولے "طالبِ تاثیر" بھی تھا
پیشے میں ۔ عیب نہیں ۔ رکھئے نہ فرہاد ۔ کو ۔ نام
ہم ہی آشفتہ سروں میں ۔ وہ ۔ جواں میر بھی تھا
ہم تھے ۔ مرنے کو کھڑے ۔ پاس نہ آیا ۔ نہ سہی

آخر۔ اُس شوخ کے ترکش میں "کوئی تیر" بھی تھا؟
پکڑے جاتے ہیں۔ فرشتوں کے لکھے پر۔ ناحق!
آدمی۔ کوئی ہمارا، دَمِ تحریر بھی تھا؟

ریختے کے۔ تمہیں "اُستاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں" اگلے زمانے میں "کوئی "میرؔ" بھی تھا

وہ۔ میری (چینِ جبین) سے۔ غمِ پنہاں۔ سمجھا
رازِ (مکتوب بہ بے ربطیٔ عنوان) سمجھا
یک الف۔ بیش نہیں "صیقلِ آئینہ" ہنوز
چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا
شرحِ اسباب۔ گرفتاریٔ خاطر "مت پوچھ!
اِس قدر تنگ ہُوا "دِل" کہ میں زنداں سمجھا
بدگمانی نے نہ چاہا۔ اُوسے سرگرمِ خرام
رُخ پہ۔ ہر قطرہ عرق۔ "دیدۂ حیران" سمجھا!
عجز سے اپنے یہ جانا۔ کہ وہ "بدخو" ہو گا
"نبضِ خس" سے۔ تپشِ شعلۂ سوزاں۔ سمجھا
سفرِ عشق۔ میں کی ضُعف نے۔ راحت طلبی
ہر۔ قدم۔ سائے کو میں "اپنے" شبستان سمجھا
تھا۔ گریزاں۔ مژہ یار۔ سے دِل تا دمِ مرگ
دفعِ پیکانِ قضا۔ اِس قدر۔ آسان!! سمجھا

عا پہ = عا بہ (بجنے پر) عا اوسے = نمبر۲ اُسے عا اپنی شبستاں (اپنے سایۂ کو شبستاں) سمجھا

دلِ دیا جان کے کیوں! ؟ اُوس کو وفادار اسدؔ
غلطی کی۔ کہ جو "کافر کو مُسلمان" سمجھا

جب۔ بہ تقریبِ "سفرِ یار" نے محمل باندھا
تپشِ شوق۔ نے۔ ہر۔ ذرہ پہ ایک دل، باندھا

اہلِ بینش۔ نے بہ حیرت کدۂ۔ شوخیٔ ناز
جوہرِ آئینہ۔ کو "طوطیٔ بسمل" باندھا

یاس و اُمید۔ نے۔ یک عربدہ میدان۔ مانگا
عجزِ ہمت۔ نے طلسمِ دلِ سائل" باندھا

نہ بندھے تشنگیٔ شوق کے مضمون، غالبؔ
گرچہ دل کھول کے، دریا کو بھی۔ ساحل باندھا

غزل

نہ ہوگا یک بیاباں، ماندگی سے ذوق کم۔ میرا
حبابِ مُوجۂ رفتار ہے نقشِ قدم۔ میرا

محبت تھی چمن سے لیکن۔ اب یہ بے دماغی ہے
کہ موجِ بوئے گُل۔ سے" ناک میں آیا ہے دم میرا

سُرمۂ مُفت نظر ہوں! میری قیمت یہ ہے!
کہ رہے چشمِ خریدار پہ احسان میرا

رُخصتِ نالہ۔ مجھے دے۔ کہ مُبادا ظالِم
تیرے چہرے سے ہو ظاہر۔ غمِ پنہاں۔ میرا

---

۱ شوق ۲ ذوق ۳ آیا ۲ آتا ۱ نظر = نذر

سہرا

خوش ہو۔ اے بخت! کہ ہے۔ آج ترے سر۔ سہرا
باندھ "شہزادہ جواں بخت" کے سر پر۔ سہرا

کیا ہی! (اس چاند سے مکھڑے پہ) بھلا لگتا ہے
ہے ترے حُسنِ دلِ افروز کا زیور۔ سہرا

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے، پر اے! طرفِ کلاہ
مجھ کو ڈر ہے۔ کہ۔ نہ چھینے تیرا نمبر سہرا

ناؤ بھر کر ہی۔ پروئے گئے ہوں گے موتی
ورنہ کیوں لائے ہیں؟ کشتی میں لگا کر سہرا

سات دریا کے فراہم کئے ہوں گے موتی
تب بنا ہوگا (اس انداز کا) گز بھر سہرا

رُخ پہ دُولھا کے۔ جو۔ گرمی سے پسینہ ٹپکا
ہے "رگِ ابرِ گہر بار" سراسر سہرا

یہ بھی ایک بے ادبی تھی۔ کہ "قبا" سے بڑھ جائے
رہ گیا۔ آن کے دامن کے برابر۔ سہرا

جب کہ اپنے میں سماویں۔ نہ۔ خوشی کے مارے
گوندھے پھولوں کا (بھلا۔ پھر) کوئی کیونکر سہرا

نمبر = لمبر

رُخِ روشن کی دمک۔ گوہرِ غلطاں کی چمک
کیوں نہ دکھلائے؟ فروغِ مہ و اختر سہرا
تارِ ریشم کا نہیں۔ ہے یہ۔ رگِ ابرِ بہار
لائے گا تابِ گرانباریِ گوہر۔ سہرا
ہم سخن فہم ہیں۔ غالبؔ کے طرفدار نہیں
دیکھیں! کہدے کوئی؟ اِس سہرے سے بڑھ کر[۲] سہرا

گِلہ[۲] ہے شوق کو۔ دل میں بھی "تنگیٔ جا" کا
گُہر میں محو ہُوا۔ اضطراب۔ دریا کا
یہ جانتا ہوں۔ کہ تو اور پاسخِ مکتوب!
مگر "ستم زدہ" ہوں "ذوقِ" خامہ فرسا" کا
حنائے پائے خزاں ہے بہار۔ اگر ہے یہی
"دوامِ کلفتِ خاطر" ہے عیشِ دنیا کا
غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو
مجھے دماغ نہیں "خندہ ہائے بیجا" کا
ہنوز "محرمیٔ حسن" کو ترستا ہوں
کرے ہے "ہر بُنِ مو" کامِ چشمِ بینا" کا
دل اُس کو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے
ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

۲ـے گِلہ = گِلا

بڑھ کر ــ بہتر

نہ کہہ کہ گریہ بہ "مقدارِ حسرتِ دل" ہے
مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دریا کا

فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اُس کو یاد اسدؔ
جفا میں اُس کی ہے انداز "کار فرما" کا

نقش فریادی ہے کس کی "شوخیٔ تحریر" کا
کاغذی ہے پیرہن ہر "پیکرِ تصویر" کا

کاو کاوِ "سخت جانی ہائے تنہائی" نہ پوچھ
صُبح کرنا شام کا۔ لانا ہے "جوئے شیر" کا

"جذبۂ بے اختیارِ شوق" دیکھا چاہیئے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

آگہی۔ "دامِ شنیدن" جس قدر چاہے بچھائے
مُدّعا عنقا ہے۔ اپنے "عالمِ تقریر" کا

بس کہ ہوں غالبؔ اسیری میں بھی آتش زیرِ پا
"موئے آتش دیدہ" ہے حلقہ میری زنجیر کا

محرم نہیں ہے تُو ہی۔ نوا ہائے راز کا
یاں۔ ورنہ جو حجاب ہے۔ پردہ ہے ساز کا

رنگِ شکستہ، صبحِ بہارِ نظارہ" ہے
یہ وقت ہے "شگفتنِ گُل ہائے ناز" کا

ملے ملک ۔ عسہ = نہ کہہ کہ ۔ علہ اوس کو = عٹ اُس (ملا اُس کی = اکے اُس کی) ؛

تُو اور "سُوئے غیر" "نظر ہائے تیز تیز"
میں اور دُکھ تیری "مژہ ہائے دراز" کا

صرفہ ہے "ضبطِ آہ" میں میرا وگرنہ میں
طُعمہ ہوں ایک ہی "نفسِ جاں گداز" کا

ہیں بس کہ "جوشِ بادہ" سے شیشے اُچھل رہے
ہر "گوشۂ بساط" ہے "سرِ شیشہ باز" کا

کاوِش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز
ناخن پہ قرض اُس "گرہِ نیم باز" کا

تاراج "کاوشِ غمِ ہجراں" ہُوا اسدؔ
سینہ کہ تھا دفینہ "گُہر ہائے راز" کا

"یک ذرۂ زمیں" نہیں بے کار باغ کا
یہاں[۱] جادہ بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا

بے مے کسے ہے "طاقتِ آشوبِ آگہی"
کھینچا ہے عجز حوصلہ نے خطِ "ایاغ" کا

بُلبل کے کاروبار پہ ہیں "خندہ ہائے گُل"
کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

تازہ نہیں ہے "نشۂ فکرِ سخن" مجھے
"تریاکئ قدیم" ہوں "دُودِ چراغ" کا

۱؎ یہاں = ۲؎ یاں ۔

سو بار "بندِ عشق" سے آزاد ہم ہوئے
پر کیا کریں؟ کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

بے "خونِ دل" ہے چشم میں "موجِ نگہ" غبار
یہ "مے کدہ" خراب ہے مے کے سراغ کا

"باغِ شگفتہ" تیرا "بساطِ نشاطِ دل"
"ابرِ بہار" خمکدہ کِس کے دماغ کا؟

"سراپا رہنِ عشق" و "ناگزیرِ اُلفت ہستی"
عبادت، برق کی، کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

"بقدرِ ظرف ہے ساقی! خمارِ تشنہ کامی" بھی
جو تو "دریائے مے" ہے۔ تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

"ستائش گر" ہے زاہد اس قدر جس "باغِ رضواں" کا
وہ اک "گلدستہ" ہے ہم بیخودوں کے طاقِ نسیاں کا

بیاں کیا کیجئے "بیدادِ کاوش ہائے مژگاں" کا
کہ ہر اک "قطرۂ خوں" دانہ ہے "تسبیحِ مرجاں" کا

نہ آئی "سطوتِ قاتل" بھی مانع میرے نالوں کو
لیا دانتوں میں جو تنکا۔ ہوا ریشہ نیستاں کا

دکھاؤں گا تماشہ۔ دی اگر فرصت زمانے نے
مرا ہر "داغِ دل" اک تخم ہے "سروِ چراغاں" کا

کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے

کرے جو "پرتو خورشید" عالم شبنمستان کا
مری تعمیر میں مضمر ہے "ایک صورت" خرابی کی
ہیولیٰ "برقِ خرمن" کا ہے "خون گرم" دہقان کا
اُگا ہے گھر میں ہر سو سبزہ۔ "ویرانی" تماشا کر
مدار۔ اب کھودنے پر گھاس کے ہے۔ میرے درباں کا
خموشی میں نہاں "خوں گشتہ" لاکھوں آرزوئیں ہیں
"چراغِ مُردہ" ہوں میں بے زباں "گورِ غریباں" کا
ہنوز اک "پرتوِ نقشِ خیالِ یار" باقی ہے
"دلِ افسردہ" گویا حجرہ ہے۔ یوسف کے زنداں کا
بغل میں غیر کی آج آپ سوتے ہیں کہیں ورنہ
سبب کیا؟ خواب میں آکر "تبسّم ہائے پنہاں" کا
نہیں معلوم کس کس کا۔ لہو۔ پانی ہوا ہوگا
قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تری مژگاں کا
نظر میں ہے ہماری "جادۂ راہ فنا" غالبؔ
کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشاں کا
لبِ خشک "در تشنگی مردگاں" کا
"زیارت کدہ ہوں "دل آزردگاں" کا
ہمہ ناامیدی، ہمہ بدگمانی
میں دل ہوں "فریبِ وفا خوردگاں" کا

ہ سوتے ہیں سوئے

غافل" بہ وہمِ نازِ خود آرا" ہے ورنہ یہاں [1]
بے" شانۂ صبا" نہیں، طرّہ گیاہ، کا

بزمِ قدح سے عیش۔ تمنّا نہ رکھ۔ کہ رنگ
"صیدِ ز دام جستہ" ہے اِس "دام گاہ" کا

رحمت۔ اگر قبول کرے۔ کیا بعید ہے!
شرمندگی سے عُذر نہ کرنا گُناہ کا

مقتل کو کِس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے
پُر گُل "خیالِ زخم" سے دامن، نگاہ کا

جان۔ در ہوائے "یک نگہِ گرم" ہے اسد
پروانہ ہے وکیل۔ ترے "داد خواہ" کا

"پئے نذرِ کرم" تحفہ ہے "شرمِ نارسائی" کا
بہ خوں غلتیدۂ صد رنگ دعوےٰ پارسائی کا

نہ ہو "حُسنِ تماشا دوست" رُسوا بے وفائی کا
بہ "مُہرِ صد نظر" ثابت ہے دعوےٰ پارسائی کا

زکوٰۃِ حُسن دے اے! جلوہ بینش! کہ مہر آسا
"چراغِ خانۂ درویش" ہو۔ کاسہ۔ گدائی کا

نہ مارا جان کر "بے جرم۔ غافل! تیری گردن پر
رہا مانند "خونِ بے گنہ" حق آشنائی کا

---

[1] یہاں = نمبر ۲ یاں ن ۱ = غافل ن ۲ = قاتل

تمنائے زباں "محوِ سپاس" بے زبانی ہے
مٹا جس سے تقاضا "شکوۂ بے دست و پائی" کا

وہی ایک بات ہے "جو یاں نفس واں "نکہتِ گل" ہے
چمن کا جلوہ۔ باعث ہے مری رنگین نوائی کا

دہانِ ہر بتِ پیغارہ جو "زنجیرِ رسوائی"
عدم تک بے وفا چرچا ہے۔ تیری بے وفائی کا

نہ دے نامے کو اتنا طول۔ غالب! مختصر لکھ دے
کہ "حسرت سنج" ہوں "عرضِ ستم ہائے جدائی" کا

لطافت بے کثافت "جلوہ" پیدا کر نہیں سکتی
چمن۔ زنگار ہے "آئینہ بادِ بہاری" کا

حریفِ جوششِ دریا "نہیں" خود داری "ساحل
جہاں ساقی ہو۔ تو "باطل" ہے دعوے ہوشیاری کا

گر۔ نہ "اندوہِ شبِ فرقت" بیاں ہو جائے گا
بے تکلف "داغِ صد مہر" دہاں ہو جائیگا

زہرہ۔ گر ایسا ہی "شامِ ہجر" میں ہوتا ہے آب
"پرتوِ مہتاب" سیلِ خانماں" ہو جائے گا

لے تو لوں سوتے میں "اُس کے پاؤں کا بوسہ" مگر

سلہ مطابق نسخہ اولیں = پیغارہ ع۲ بیغارہ سلہ پاؤ = ن سے پاؤں

ایسی باتوں سے، وہ کافر، بدگماں ہو جائے گا
دل کو ہم "صرفِ وفا" سمجھے تھے کیا معلوم تھا!؟
یعنی۔ یہ پہلے ہی "نذرِ امتحان" ہو جائے گا
سب کے دل میں ہے جگہ تیری، جو تُو راضی ہُوا
مُجھ پہ گویا۔ "اِک زمانہ" مہرباں ہو جائے گا
گر "نگاہِ گرم" فرماتی رہی "تعلیمِ ضبط"
"شُعلہ خس۔میں" جیسے خوں رگ میں" نہاں ہو جائیگا
باغ میں مجھ کو نہ لے جا۔ ورنہ میرے حال پر
ہر گُلِ تر" ایک "چشمِ خوں فشاں" ہو جائے گا
وائے اگر میرا تیرا اِنصاف۔ محشر میں نہ ہو
اب تلک تو یہ توقع ہے۔ کہ وہاں[1] ہو جائیگا
فائدہ کیا؟ "سوچ"[3]! آخر تُو بھی دانا ہے اسدؔ
دوستی ناداں کی ہے۔ جی کا زیاں ہو جائیگا
بزمِ شاہنشاہ میں۔ اشعار کا دفتر کھُلا
رکھیو یارب! یہ "درِ گنجینۂ گوہر" کھُلا
شب ہوئی۔ پھر انجمِ رخشندہ کا۔ منظر[2] کھُلا
اِس تکلّف سے، کہ گویا بُت کدہ کا در کھُلا
گرچہ ہوں دیوانہ پر۔ کیوں دوست کا کھاؤں فریب

[1] وہاں ... ں [2] داں [3] سوچ ء

آستین میں دشنہ پنہاں۔ ہاتھ میں نشتر کھلا
گو نہ سمجھوں اُس کی باتیں۔گو۔ نہ پاؤں اُس کا بھید
پر یہ کیا کم ہے؟ کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا
ہے خیالِ حسن، میں "حسنِ عمل" کا سا خیال
خُلد کا اِک در ہے میری گور کے اندر کھلا
مُنہ نہ کھُلنے پر ہے، وہ عالم۔ کہ دیکھا ہی نہیں
زُلف سے بڑھ کر نقاب۔ اُس شوخ کے مُنہ پر کھُلا
در پہ رہنے کو کہا۔ اور کہہ کے کیسا پھر گیا!!
جِتنے عرصے میں "میرا لپٹا ہُوا بِستر" کھُلا
کیوں اندھیری ہے شب غم؟ ہے بلاؤں کا نزول!
آج اُدھر ہی کو رہے گا "دیدۂ اختر" کھُلا
کیا رہوں غُربت میں خوش؟ جب ہو حوادث کا یہ حال؛
نامہ لاتا ہے وطن سے "نامہ بر" اکثر کھُلا
اُس کی اُمت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند؟
واسطے جس شہ کے غالب۔ گنبدِ بے در کھُلا

قصیدہ چہارم

صبح دم "دروازۂ خاور" کھُلا
مہرِ عالم تاب کا منظر کھُلا
"خسروِ انجم" کے آیا صرف میں
شب کو۔ تھا گنجینۂ گوہر کھُلا

وہ بھی تھی اِک سیمیا کی سی نمود
صبح کو "رازِ مہ و اختر" کھلا

ہیں کواکب کچھ۔ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا۔ یہ بازی گر کھلا

سطحِ گردوں پر پڑا تھا رات کو
موتیوں کا "ہر طرف" زیور کھلا

صبح آیا جانبِ مشرق۔ نظر
اِک "نگارِ آتشیں رُخ"، سر کھلا

تھی "نظر بندی"۔ کیا جب رَدِّ سحر،
بادۂ گل رنگ۔ کا ساغر۔ کھلا

لا کے ساقی نے صبوحی کے لئے
رکھ دیا ہے ایک جامِ زر کھلا

"بزمِ سلطانی" ہوئی آراستہ
کعبۂ امن و اماں۔ کا در کھلا

"تاجِ زریں"، "مہرِ تاباں" سے سوا
خسروِ آفاق" کے منہ پر۔ کھلا

"شاہِ روشن دل بہادر شہ" کہ ہے
رازِ ہستی۔ اُس پہ سر تا سر۔ کھلا

وہ۔ کہ جس کی "صورتِ تکوین" میں
مقصدِ "نُہ چرخ" و ہفت اختر کھلا

وہ۔ کہ جس کے ناخنِ تاویل سے
"عقدۂ احکامِ پیغمبر" کھلا

پہلے "دارا" کا نکل آیا ہے نام
اُس کے "سرہنگوں" کا جب دفتر کھلا

"رُوشناسوں" کی جہاں فہرست ہے
واں لکھا ہے "چہرۂ قیصر" کھلا

"توسنِ شہ" میں ہے وہ خوبی۔ کہ جب
تھان سے وہ غیرتِ صرصر کھلا

"نقشِ پا" کی صورتیں وہ دلفریب
تُو کہے "بُت خانۂ آذر" کھلا

مجھ پہ "فیضِ تربیت" سے شاہ کے
"منصبِ مہر و مہ و اختر" کھلا

لاکھ عُقدے۔ دل میں تھے لیکن ہر ایک
میری "حدِّ وسع" سے باہر کھلا

تھا دلِ وابستہ "قفلِ بے کلید"
کس نے کھولا؟ کب کھلا؟ کیونکر کھلا؟

"باغِ معنی" کی دکھاؤں گا بہار
مجھ سے گر "شاہِ سخن گستر" کھلا

لوگ جانیں "طبلۂ عنبر"، کھلا	ہو جہاں "گرمِ غزل خوانی نفس"

کنج میں بیٹھا رہوں یوں۔ پر کھلا
کاش کے! ہوتا "قفس" کا در کھلا

ہم پکاریں۔ اور کھلے (یوں کون جائے)
"یار کا دروازہ۔ پائیں گر۔ کھلا

ہم کو ہے اس "راز داری" پر گھمنڈ
دوست کا ہے راز۔ دشمن پر کھلا

واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ
زخم۔ لیکن داغ سے بہتر۔ کھلا

ہاتھ سے رکھ دی کب ابرو نے کمان؟
کب کمر سے غمزے کی خنجر کھلا؟

مفت کا کس کو برا ہے بدرقہ؟
"رہ روی" ہیں "پردۂ رہبر" کھلا!

"سوزِ دل" کا کیا کرے بارانِ اشک؟
آگ بھڑکی۔ مینہ اگر دم بھر۔ کھلا؟

نامے کے ساتھ آگیا "پیغامِ مرگ"
رہ گیا خط۔ میری چھاتی پر کھلا!

دیکھیو!! غالب سے گر الجھا کوئی

ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا!

پھر ہوا "مدحت طرازی" کا خیال — پھر مہ و خورشید" کا دفتر کھلا!
خامے نے پائی طبیعت سے مدد — بادباں کے اُٹھتے ہی لنگر کھلا!
مدح سے ممدوح کی دیکھی شکوہ — "عرض" سے یاں "رتبۂ جوہر" کھلا!
مہر کانپا - چرخ چکر کھا گیا — شاہ کا جب رایتِ لشکر" کھلا
بادشاہ کا نام لیتا ہے خطیب — اب عُلوِّ پایۂ منبر" کھلا
سکّہ شہ کا ہوا ہے - رُوشناس — اب عیارِ آبروئے زر" کھلا
شاہ کے آگے دھرا ہے - آئینہ — اب "مآلِ سعیِ اسکندر" کھلا
ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے — اب فریبِ طغرل و سنجر" کھلا
ہو سکے کیا مدح؟ ہاں اِک نام ہے! — دفترِ مدحِ جہاں داور" کھلا
فکر اچھی - پر - ستائش نا تمام — عجزِ اعجازِ ستائش گر" کھلا
جانتا ہوں - ہے خطِ لوحِ ازل" — تم پہ اے خاقان! "نام آور" کھلا
تم کرو "صاحبقرانی" جب تلک — ہے "طلسمِ روز و شب" کا در کھلا

شوق - ہر رنگ "رقیبِ سرو ساماں" نکلا
قیس "تصویر کے پردے میں بھی" عُریاں نکلا
زخم نے داد نہ دی "تنگیِ دل" کی یارب!
تیر بھی "سینۂ بسمل" سے "پر افشاں" نکلا
"بوئے گُل" - "نالۂ دل" - "دودِ چراغِ محفل"
جو - تری بزم سے نکلا - سو پریشاں" نکلا

"دِل حسرت زدہ" تھا مائدہ لذّتِ درد"
کام یاروں کا بقدرِ لب و دنداں" نکلا
تھی" نو آموز فنا" ہمتِ دشوار پسند"
"سخت مشکل" ہے۔ کہ یہ کام بھی آسان" نکلا
دِل میں پھر گریہ نے" اک شور اُٹھایا غالب
آہ! جو قطرہ نہ نکلا تھا۔ سو۔ طوفاں" نکلا

ذکر اُس "پری وش" کا۔ اور پھر بیاں اپنا
بن گیا "رقیب" آخر۔ تھا جو "رازداں" اپنا
مے وہ کیوں بہت پیتے "بزمِ غیر" میں یارب!
آج ہی ہُوا منظور۔ اُن کو اِمتحاں اپنا؟
منظر اِک بلندی پر۔ اور ہم بنا سکتے
عرش سے اُدھر ہوتا۔ کاشکے مکاں اپنا
دے وہ جس قدر ذِلت۔ ہم ہنسی میں ٹالینگے
بارے۔ آشنا نکلا! اُن کا "پاسباں" اپنا
دردِ دل لکھوں کب تک؟ جاؤں اُن کو دِکھلادوں
"اُنگلیاں فگار اپنی"۔ "خامہ خوں چکاں" اپنا
گھستے گھستے مِٹ جاتا۔ آپ نے عبث بدلا
"ننگ سجدہ" سے میرے سنگِ آستاں" اپنا
"تا کرے نہ غمّازی" کرلیا ہے دشمن کو

(دوست کی شکایت میں) ہم نے "ہم زباں" اپنا
ہم کہاں کے دانا تھے؟ کس ہنر میں یکتا تھے؟
بے سبب۔ ہُوا غالبؔ! دشمن "آسماں" اپنا؟

فرد

اسدؔ۔ ہم وہ جنوں جولاں "گدائے بے سرو پا" ہیں
کہ ہے۔ "سرِ پنجۂ مژگانِ آہو" "پشتِ خار" اپنا

رشک کہتا ہے کہ اُس کا غیر سے۔ اخلاص حیف!
عقل کہتی ہے۔ کہ وہ "بے مہر" کس کا آشنا؟
ذرّہ ذرّہ "ساغرِ مے خانۂ نیرنگ" ہے
گردشِ مجنوں بہ "چشمک ہائے لیلیٰ" آشنا
شوق ہے "ساماں طرازِ نازشِ اربابِ عجز"
ذرّہ "صحرا دست گاہ" و "قطرہ" "دریا آشنا"
مَیں اور اِک آفت کا ٹکڑا۔ وہ دِلِ وحشی کہ ہے
"عافیت کا دشمن" اور آوارگی کا آشنا
شکوہ سنجِ رشک "ہم دیگر" نہ رہنا چاہیئے
میرا زانو مونس۔ اور "آئینہ" تیرا آشنا
ربط یک "شیرازۂ وحشت" ہیں اجزائے بہار
"سبزہ بیگانہ" "صبا آوارہ" "گُل نا آشنا"

چھٹا شعر صرف عہ۲ میں ہے۔

کوہ کن "نقاش یک تمثال شیریں" تھا اسد
سنگ سے سر مار کر۔ ہووے نہ پیدا آشنا

بس کہ "دشوار ہے۔ ہر کام کا آساں" ہونا
آدمی کو بھی میسّر نہیں۔ انساں ہونا

"گریہ"۔ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
"درو دیوار" سے ٹپکے ہے "بیاباں" ہونا

وائے! "دیوانگیٔ شوق" کہ ہر دم مجھ کو
آپ جانا اُدھر اور آپ ہی "حیراں" ہونا

جلوہ از بس کہ "تقاضائے نگہ" کرتا ہے
"جوہر آئینہ بھی" چاہے ہے مژگاں ہونا

عشرتِ قتل گہہ اہل تمنا۔ مت پوچھ!
"عیدِ نظارہ" ہے شمشیر کا "عریاں" ہونا

لے گئے خاک میں ہم "داغ تمنائے نشاط"
"تو ہو اور آپ" "بہ صد رنگ گلستاں" ہونا

عشرتِ پارۂ دل "زخم تمنا" کھانا
لذّتِ ریشِ جگر "غرقِ نمک داں" ہونا

کی میرے قتل کے بعد۔ اُس نے "جفا" سے توبہ
ہائے!! اُس "زود پشیمان" کا پشیماں ہونا

حیف!! اُس "چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب

جس کی قسمت میں ہو۔ عاشق کا گریباں ہونا
"عشرتِ قطرہ" ہے۔ دریا میں "فنا" ہو جانا
دَرد کا حد سے گزرنا ہے۔ دَوا ہو جانا
تُجھ سے قِسمت میں میری "صُورت قفل ابجد"
تھا لِکھا۔ بات کے بنتے ہی "جُدا" ہو جانا
دل ہُوا "کشمکشِ چارۂ زحمت" میں "تمام"
مِٹ گیا گھِسنے میں اِس "عُقدہ" کا وا ہو جانا
اب جفا سے بھی ہیں محروم۔ ہم اللہ اللہ!!
اِس قدر!! "دشمن اَربابِ وفا ہو جانا!!؟
ضعف سے "گریہ" "مُبدّل بہ دمِ سرد" ہُوا
باور آیا ہمیں "پانی کا ہَوا" ہو جانا
دل سے مٹنا "تیری" انگشت حنائی" کا خیال
ہو گیا "گوشت سے ناخن کا جدا" ہو جانا
ہے مجھے "ابر بہاری" کا برس کر۔ کھُلنا
روتے روتے غمِ فرقت میں "فنا" ہو جانا
گر نہیں "نکہتِ گُل" کو ترے کوچہ کی ہوس
کیوں ہے؟ گردِ۔ رہِ "جولان صبا" ہو جانا

ؔلے { بخشے ہے جلوۂ گُل "ذوقِ تماشا" غالب
چشم کو چاہیئے ہر رنگ میں وا ہو جانا }

۲ تا کہ تجھ پر کھلے۔ "اعجازِ ہوائے صیقل"
دیکھ! برسات میں "سبزۂ آئینہ" کا ہو جانا

رباعی

اس رشتے میں لاکھ تار ہوں۔ بلکہ سِوا
اِتنے ہی برس شمار ہوں۔ بلکہ سِوا
ہر سینکڑے کو۔ ایک گرہ فرض کریں
ایسی گرہیں ہزار ہوں۔ بلکہ سِوا

غزل

درد "منت کشِ" "دوا" نہ ہوا
میں نہ "اچھا" ہُوا۔ "بُرا" نہ ہُوا
جمع کرتے ہو کیوں؟ رقیبوں کو
اِک تماشہ ہُوا! گِلا نہ ہُوا
ہم کہاں؟ قِسمت آزمانے جائیں؟
تو ہی جب "خنجر آزما" نہ ہُوا!
کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہُوا

نسخہ اول میں لے شعر پہلے ۔ ۔ ۔ ن ۲ میں بعد

ہے خبر گرم۔ اُن کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہُوا!

کیا؟ وہ "نمرود کی خدائی" تھی؟
بندگی میں "میرا بھلا نہ ہُوا"

جان دی۔ "دی ہوئی" اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ "حق ادا" نہ ہُوا!

زخم گر دب گیا۔ "لہو" نہ تھما
کام گر رُک گیا۔ "روا" نہ ہُوا

"رہزنی ہے" کہ۔ دل ستانی ہے؟
لے کے دل۔ "دل ستاں" روانہ ہُوا

کچھ تو پڑھیے! کہ لوگ کہتے ہیں
آج۔ "غالب" "غزل سرا" نہ ہُوا

دہر میں "نقشِ وفا" "وجہ تسلّی نہ ہُوا!
ہے یہ وہ لفظ۔ کہ "شرمندہ معنیٰ" نہ ہُوا!

"سبزہ خط" سے ترا "کاکلِ سرکش" نہ دبا!
یہ "زمرد" بھی "حریف دمِ افعی" نہ ہُوا!

میں نے چاہا تھا۔ کہ "اندوہِ جفا سے چھوٹوں
"وہ ستمگر"۔ "میرے مرنے پہ بھی" راضی نہ ہُوا

ن۔ ق۔ بہ وفا

دل یہ "گزرگاہِ خیالِ مے و ساغر" ہی سہی!
گر نفس "جادۂ سر منزلِ تقویٰ" نہ ہُوا
ہوں ترے وعدہ نہ کرنے میں بھی راضی کہ کبھی
گوش "منّت کشِ گلبانگِ تسلّی" نہ ہُوا
کس سے "محرومیِ قسمت" کی شکایت کیجیے؟
ہم نے چاہا تھا۔ کہ "مر جائیں" سو وہ بھی نہ ہُوا
مر گیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالبؔ
ناتوانی سے "حریفِ دمِ عیسیٰ" نہ ہُوا
"دَر خورِ قہر و غضب" جب کوئی ہم سا۔ نہ ہُوا
پھر غلط کیا ہے؟ کہ "ہم سا" کوئی پیدا نہ ہُوا
بندگی میں بھی وہ "آزادہ و خود بیں" ہیں۔ کہ ہم
اُلٹے پھر آئے "درِ کعبہ" اگر وا۔ نہ ہُوا
سب کو مقبول ہے۔ دعوےٰ تری یکتائی کا
روبرو۔ کوئی بُتِ "آئینہ سیما" نہ ہُوا
کم نہیں "نازشِ ہم[2] نامیِ چشمِ خوباں"
تیرا بیمار۔ بُرا کیا ہے؟ گر "اچھا" نہ ہُوا
سینے کا داغ ہے وہ نالہ! کہ لب تک نہ گیا
خاک کا رزق ہے وہ قطرہ: جو "دریا" نہ ہُوا

ن = [1] آوارہ [2] ہمتائی۔

نام کا میرے ہے "وہ دکھ"[لے] - کہ کسی کو نہ ملا
کام میں میرے ہے "وہ فتنہ" - کہ برپا نہ ہوا

"ہر بنِ مو" سے "دمِ ذکر" نہ ٹپکے خونِ ناب؟
حمزہ کا قصہ ہوا! "عشق کا چرچا" نہ ہوا

قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے؟ اور جزو میں کُل؟
کھیل لڑکوں کا ہوا! دیدۂ بینا نہ ہوا!

تھی خبر گرم - کہ غالب کے "اڑینگے پُرزے"!
دیکھنے ہم بھی گئے تھے - پہ تماشا نہ ہوا

قطرۂ مے بس کہ "حیرت" سے "نفس پرور" ہوا
خطِ جامِ مے سراسر "رشتۂ گوہر" ہوا!

"اعتبارِ عشق" کی "خانہ خرابی" دیکھنا!
غیر نے کی آہ - لیکن وہ "خفا مجھ پر" ہوا

"عرضِ نیازِ عشق" کے قابل نہیں رہا!
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا!

جاتا ہوں "داغِ حسرتِ ہستی" لئے ہوئے
ہوں "شمعِ کشتہ" درخورِ "محفل" نہیں رہا!

مرنے کی "اے دل"! اور ہی تدبیر کر کہ میں

لہ جو سٹہ یہ

شایانِ دست و بازوئے قاتل نہیں رہا!
بر روئے شش جہت۔ درِ آئینہ "باز" ہے
یاں "امتیازِ ناقص و کامل" نہیں رہا!
وا۔ کردئیے ہیں شوق نے "بندِ نقابِ حسن"!
غیر از نگاہ۔ اب کوئی "حائل" نہیں رہا!
گو۔ میں رہا "رہینِ ستم ہائے روزگار"
لیکن "ترے خیال سے غافل" نہیں رہا
دِل سے ہوائے کشتِ وفا مٹ گئی کہ وہاں
"حاصل" سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا

"بیدادِ عشق" سے نہیں ڈرتا مگر۔ اسد
جس دِل پہ ناز تھا مجھے "وہ دِل" نہیں رہا

پھر۔ مجھے "دیدۂ تر" یاد آیا!
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
سادگی ہائے "تمنا" یعنی!!
عذرِ واماندگی" اے حسرتِ دل!
زندگی یوں بھی۔ گزر ہی جاتی
کیا ہی! "رضواں سے لڑائی ہوگی
آہ! وہ "جراتِ فریاد" کہاں؟

دِل۔ جگر "تشنۂ فریاد" آیا!
پھر تِرا "وقتِ سفر" یاد آیا!
پھر وہ "نیرنگِ نظر" یاد آیا!
نالہ کرتا تھا "جگر" یاد آیا
کیوں؟ "ترا راہ گزر" یاد آیا
گھر تیرا۔ خلد میں گر۔ یاد آیا!
دل سے تنگ آکے۔ جگر یاد آیا

عہ۱ آگئے۔ عہ۲ آکے۔

پھر، تیرے کوچے کو۔ جاتا ہے خیال — دلِ گُم گشتہ، مگر۔ یاد آیا!؟
کوئی وِیرانی سی ویرانی ہے!! — دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

میں نے۔ مجنوں پہ۔ لڑکپن میں "اسدؔ"
سنگ اُٹھایا تھا۔ کہ "سر" یاد آیا

شمار سبحہ "مرغوبِ بُتِ مُشکل پسند" آیا
"تماشائے" بہ یک کف۔ بُردنِ صد دل" پسند آیا
بہ فیضِ بے دِلی "نومیدیٔ جاوید" آسان ہے
کشائش کو۔ ہمارا "عقدۂ مشکل" پسند آیا
"ہوائے سیرِ گل" "آئینۂ بے مہریٔ قاتل"
کہ اندازِ بخوں غلطیدنِ بسمل" پسند آیا
"جراحت۔ تحفہ" "الماس۔ ارمغاں" "داغِ جگر ہدیہ"
مبارک باد!! اسدؔ "غم خوارِ جانِ دردمند" آیا
کہتے ہو نہ دیں گے ہم "دِل" اگر پڑا پایا
دل کہاں؟ کہ گم کیجیے! ہم نے "مدعا" پایا!
عِشق سے طبیعت نے۔ زیست کا مزا" پایا
"درد کی دوا" پائی۔ دردِ بے دوا پایا
دوستدارِ دُشمن ہے۔ اعتمادِ دِل معلوم!
آہ "بے اثر" دیکھی، نالہ" نارسا" پایا
سادگی و پرکاری بے خُودی و ہُشیاری

حُسن کو تغافُل میں "جرأت آزما" پایا
غُنچہ پھر لگا کِھلنے۔ آج ہم نے اپنا دل
"خُوں کیا ہُوا"، دیکھا۔ "گُم کیا ہُوا" پایا
حالِ دل نہیں معلوم! لیکن "اِس قدر" یعنی!
"ہم نے بار ہا ڈھونڈھا"، تم نے "بارہا" پایا
"شورِ پندِ ناصح" نے زخم پر نمک چھڑکا
آپ سے کوئی پوچھے!! تم نے کیا مزا پایا؟
دوست "غم خواری میں میری" سعی فرماویں گے کیا؟
"زخم کے بھرنے تلک" ناخن نہ بڑھ جاوینؔ گے کیا
"بے نیازی" حد سے گزری! "بندہ پرور"! کب تلک؟
ہم کہیں گے حالِ دل۔ اور آپ فرماویں گے "کیا"؟
حضرت ناصح گر آدیں "دیدہ و دل" فرشِ راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دوؔ! کہ سمجھا دیں گے کیا؟
آج وہاں "تیغ و کفن" باندھے ہُوئے جاتا ہوں "میں"
عذر میرے قتل کرنے میں۔ وہ "اب" لاویں گے کیا؟
گر کیا ناصح نے ہم کو "قید"۔ اچھا یُوں سہی!!
یہ "جنونِ عشق کے انداز" چھُٹ جاویں گے کیا؟
"خانہ زادِ زُلف" ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں؟
ہیں "گرفتارِ وفا" زنداں سے گھبرادیں گے کیا؟

لہ آئیں۔ ؔ سمجھا دے۔

ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ اُلفت اسدؔ
ہم نے یہ مانا کہ دِلّی میں رہے کھاوینگے کیا؟
ہوس کو ہے "نشاطِ کار" کیا کیا!
نہ ہو "مرنا" تو جینے کا مزا کیا؟
"تجاہُل پیشگی" سے مُدّعا کیا؟
کہاں تک؟ اے "سراپا ناز"!! کیا؟ کیا؟
"نوازشِ ہائے بیجا" دیکھتا ہوں!
"شکایت ہائے رنگیں" کا گِلہ کیا؟
"نگاہِ بے محابا" چاہتا ہوں!
"تغافُل ہائے تمکین آزما" کیا؟
"فروغِ شعلۂ خس" "یک نفس" ہے
ہوس کو پاسِ ناموسِ وفا کیا؟
نفس موجِ محیطِ "بے خودی" ہے
"تغافل ہائے ساقی" کا گِلہ کیا؟
دماغِ عطرِ پیراہن نہیں ہے
"غمِ آوارگی ہائے صبا" کیا؟
"دلِ ہر قطرہ" ہے ساز "انا البحر"!
ہم اُس کے ہیں۔ ہمارا پوچھنا کیا؟
محابا کیا ہے؟ "مَیں ضامن اِدھر دیکھ"!!

شہیدانِ نگہ کا "خوں بہا" کیا؟
سُن اے! غارت گرِ جنسِ وفا سُن !!
"شکستِ قیمتِ دل۔ کی صدا" کیا؟
کیا کِس نے؟ "جگرداری کا دعوے؟
"شکیبِ خاطرِ عاشق"! "بھلا" کیا!؟
یہ قاتل۔ وعدۂ صبر آزما کیوں؟
یہ کافر۔ "فتنۂ طاقت رُبا" کیا؟
بلائے جاں ہے غالب! اُس کی "ہر بات"!
عِبارت کیا! اِشارت کیا! ادا کیا!

"جور" سے باز آئے! "پر" باز آئیں کیا!
کہتے ہیں۔ "ہم"! تجھ کو۔ منہ دِکھلائیں کیا؟
رات دن گردش میں ہیں۔ سات آسمان
"ہو رہے گا کچھ نہ کچھ" گھبرائیں کیا؟
لاگ ہو تو۔ اُس کو ہم سمجھیں۔ لگاؤ!
"جب نہ ہو کچھ بھی"! تو۔ دھوکا کھائیں کیا؟
ہو لئے کیوں؟ "نامہ بر" کے ساتھ ساتھ
یارب!! اپنے خط کو "ہم" پہنچائیں کیا؟
موجِ خوں۔ سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
"آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا؟

عُمر بھر دیکھا کیا۔ مرنے کی راہ"
مر گئے! پر۔ دیکھئے۔ دِکھلائیں کیا؟
پوچھتے ہیں" وہ"۔ کہ" **غالب** کون ہے"؟
کوئی بتلاؤ! کہ ہم" بتلائیں کیا؟

دل میرا۔"سوزِ نہاں" سے بے محابا جل گیا
"آتشِ خاموش کے مانند" گویا جل گیا
دِل میں"ذوقِ وصل" "یادِ یار" تک باقی نہیں
آگ اِس گھر میں لگی "ایسی" کہ جو تھا جل گیا
میں"عدم سے بھی پرے ہوں" ورنہ غافل بار ہا
میری"آہِ آتشیں" سے"بالِ عنقا" جل گیا
عرض کیجے"جوہر اندیشہ کی گرمی"۔ کہاں؟
کچھ خیال آیا تھا وحشت کا۔ کہ صحرا جل گیا
"دل نہیں" تجکو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار!
اِس۔ چراغاں کا کروں کیا؟ کار فرما جل گیا
"میں ہوں" اور افسردگی کی آرزو **غالب**! کہ دِل
دیکھ کر" طرزِ تپاکِ اہلِ دُنیا" جل گیا

رباعی

دِل سخت نژند ہو گیا ہے۔ گویا
اُس سے"گِلہ مند" ہو گیا ہے۔ گویا

"پر" یار کے آگے بول سکتے ہی نہیں!
غالب! "منہ بند" ہو گیا ہے۔ گویا
پھر ہوا دقت۔ کہ ہو" بالِ کشا" موجِ شراب
دے بطِ مے کو "دل۔ و۔ دستِ شنا" موجِ شراب
پوچھ مت! "وجۂ سیہ مستئِ" اربابِ چمن
"سایۂ تاک" میں ہوتی ہے"۔ ہوا" موجِ شراب
جو ہوا "غرقۂ مے" "بختِ رسا" رکھتا ہے!
سر سے گذرے پہ بھی ہے" بالِ ہما" موجِ شراب
ہے یہ برسات" وہ موسم" کہ عجب کیا ہے؟ اگر
"موجِ ہستی" کو کرے" فیضِ ہوا" موجِ شراب
جس قدر روحِ نباتی ہے" جگر تشنۂ ناز"
دے ہے "تسکین" دمِ آبِ بقا" موجِ شراب
بس کہ! دوڑے ہے" رگِ تاک" میں خوں ہو ہو کر
"شہپرِ رنگ" سے ہے" بال کشا" موجِ شراب
"موجۂ گل" سے" چراغاں ہے" گذرگاہِ خیال"
ہے تصور میں زبس" جلوہ نما" موجِ شراب
نشے کے پردہ میں ہے۔ "محوِ تماشائے دماغ"
بس کہ رکھتی ہے" سرِ نشو و نما" موجِ شراب
ایک عالم پہ ہے "طوفانیِ کیفیتِ فصل"

پردہ = نمبر ۲ پردے۔ ع ۲ پہ ہیں

"موجۂ سبزۂ نوخیز" سے تا۔ موجِ شراب
"شرحِ ہنگامۂ ہستی" ہے زہے! "موسمِ گُل"
رہبرِ قطرہ بہ دریا ہے۔ خوشا! موجِ شراب
ہوش اُڑتے ہیں میرے۔ جلوۂ گُل دیکھ اسد
پھر ہُوا وقت۔ کہ ہو "بال کُشا" موجِ شراب

رباعی

دُکھ "جی کے پسند" ہوگیا ہے غالب!
دل رُک رُک کر "بند ہوگیا" ہے غالب!
واللہ! کہ شب کو "نیند" آتی ہی نہیں!
سونا "سوگند" ہوگیا ہے غالب!

مدح شاہ

اے! شاہِ "جہاں گیر" "جہاں بخش"، "جہاندار"!!
ہے غیب سے ہردم۔ "تجھے" صد گونہ "بشارت"
جو عُقدۂ "دشوار"، کہ کوشش سے نہ "وا" ہو
تو "وا" کرے اُس عُقدے کو۔ سو بھی بہ اشارت
ممکن ہے کرے؟ "خضرِ" سکندر سے تیرا ذکر

نمبرا ہے = نمبر۲ ہیں۔

گر لب کو نہ دے "چشمۂ حیواں" سے طہارت

آصف کو سلیماںؑ کی "وزارت" سے شرف تھا

ہے "فخرِ سلیماں" جو کرے تیری وزارت

ہے نقشِ مُریدی" تیرا فرمانِ الٰہی"

ہے "داغِ غلامی" تیرا۔ توقیعِ امارت

قطعہ

تُو "آب" سے گر "سلب" کرے۔ طاقتِ سیلاں

تو۔ آگ سے گر "دفع" کرے "تابِ شرارت"

ڈھونڈھے نہ ملے "موجۂ دریا میں روانی"

باقی نہ رہے "آتشِ سوزاں" میں حرارت

ہے گرچہ مجھے "نکتہ سرائی" میں توغّل

ہے گرچہ مجھے "سحر طرازی" میں مہارت

کیوں کر نہ کروں؟ مدح کو میں ختم دعا پر؟

قاصر ہے۔ شکایت میں تری میری عبارت

"نو روز" ہے آج۔ اور "وہ دن" ہے کہ ہوئے ہیں

نظارگیِ صنعتِ حق"۔ "اہلِ بصارت"

تجھ کو "شرفِ مہرِ جہاں تاب" مبارک

غالبؔ کو ترے "عتبۂ عالی" کی زیارت

افسوس! کہ دنداں کا کیا رزق "فلک" نے
جن لوگوں کی تھی "در خورِ عقدِ گہر" انگشت

کافی ہے "نشانی تری" چھلّے کا نہ دینا
خالی مجھے دکھلا کے "بوقتِ سفر" انگشت

لکھتا ہوں اسدؔ! سوزشِ دل سے سخن گرم
تا- رکھ نہ سکے "کوئی" مرے حرف پر- انگشت

مُند گئیں "کھولتے ہی کھولتے" آنکھیں غالبؔ!
یار لائے میرے بالیں پہ "اُسے" پر کسی وقت

رہا گر- کوئی "تا قیامت" سلامت
پھر "اک روز مرنا ہے" حضرت سلامت!

جگر کو میرے عشقِ خوں نابہ- مشرب
لکھے ہے "خداوندِ نعمت"، "سلامت"

علی الرغمِ دشمن- "شہیدِ وفا" ہوں
مبارک مبارک!! سلامت سلامت!!

نہیں گر "سر- و- برگِ" ادراکِ معنی
"تماشائے نیرنگِ صورت" سلامت!

"آمدِ خط" سے ہوا ہے "سرد" جو "بازارِ دوست"
"دودِ شمعِ کشتہ" تھا "شاید"! خطِ رخسارِ دوست

اے دلِ" ناعاقبت اندیش! ضبطِ شوق" کر!
کون لا سکتا ہے؟ "تابِ جلوۂ دیدارِ" دوست

خانہ ویران سازیٔ "حیرت"۔ "تماشا" کیجئے
صورتِ نقشِ قدم ہوں "رفتۂ" رفتارِ دوست

عشق میں "بیدادِ رشکِ غیر نے" مارا مجھے
"کشتۂ دشمن" ہوں "آخر" گرچہ تھا" بیمارِ دوست"

چشمِ ما روشن! کہ اس "بے درد" کا دل" شاد ہے"
"دیدۂ پُر خوں ہمارا" ساغرِ سرشار" دوست

غیر یوں کرتا ہے" میری پُرسش اُس کے ہجر میں
بے تکلف دوست ہو" جیسے کوئی" غمخوارِ دوست

"تاکہ میں جانوں" کہ ہے اُس کی رسائی وہاں[1] تلک"
مجھ کو دیتا ہے" پیامِ وعدۂ دیدارِ دوست"

جب کہ میں کرتا ہوں اپنا شکوہ ضعفِ دماغ"
"سر کرے ہے وہ" حدیثِ زلفِ عنبر بارِ دوست"

چپکے چپکے۔ مجھ کو روتے" دیکھ پاتا ہے اگر"
ہنس کے کرتا ہے" بیانِ شوخیٔ گفتارِ دوست

"مہربانی ہائے دشمن" کی شکایت کیجئے؟
"یا" بیاں کیجے؟ "سپاسِ لذتِ آزارِ دوست"

[1] وہاں = [2] واں

یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہے" آپ ؎
ہے "ردیف شعر" میں غالبؔ زبس تکرارِ دوست
گلشن میں "بندوبست" "بہ رنگِ دگر" ہے۔ آج!
"قمری کا طوق" "حلقۂ بیرونِ در" ہے۔ آج!
آتا ہے "ایک پارۂ دل" ہر فغاں کے ساتھ
تارِ نفس "کمندِ شکارِ اثر" ہے۔ آج!
اے عافیت! کنارہ کر! اے انتظام چل!
"سیلابِ گریہ" "درپئے دیوار و در" ہے۔ آج!
لو!! ہم "مریضِ عشق کے "بیمار دار" ہیں!
"اچھا اگر نہ ہو۔ تو "مسیحا" کا کیا علاج!

نفس نہ "انجمنِ آرزو" سے باہر کھینچ!
اگر "شراب نہیں۔ انتظارِ ساغر" کھینچ!
"کمالِ گرمیٔ سعیِ تلاشِ دید" نہ پوچھ!
"برنگِ خار" میرے آئینے سے "جوہر" کھینچ!
تجھے بہانۂ راحت ہے! "انتظار" اے دل!
کیا ہے کس نے اشارا؟ کہ نازِ بسترِ کھینچ!
"تری طرف ہے بہ حسرت" "نظارۂ نرگس

؎ آتی = ؎۲ آئی

بہ کورئ دل و چشمِ رقیب" ساغر" کھینچ
بہ "نیم غمزہ" ادا کر! "حقِ ودیعت ناز"
"نیامِ پردۂ زخمِ جگر" سے "خنجر" کھینچ
میرے "قدح" میں ہے صہبائے آتش پنہاں
بروئے سفرہ" کباب دلِ سمندر" کھینچ

ہے "سبزہ زار" ہر در و دیوار غم کدہ"
جس کی بہار یہ ہو! پھر اس کی خزاں نہ پوچھ
ناچار "بے کسی" کی بھی حسرت اٹھائیے
"دشواریٔ رہ" و "ستم ہم رہاں" نہ پوچھ

حسن" غمزے کی کشاکش" سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہیں "اہلِ جفا" میرے بعد
"منصبِ شیفتگی" کے کوئی "قابل" نہ رہا!
ہوئی "معزولیِ انداز و ادا میرے بعد
شمع بجھتی ہے تو اس سے دھواں اوٹھتا[1] ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش" ہوا۔ میرے بعد
خوں ہے "دل خاک" میں "احوال بتاں" پر یعنی
"ان کے ناخن ہوئے "محتاجِ حنا" میرے بعد

ع ۱۔ اوٹھتا ۔ ع ۲۔ اٹھتا ۔

دُر خورِ عرض" نہیں "جوہرِ بے داد" کو جا
"نگہِ ناز" ہے سُرمے سے خفا میرے بعد!
ہے جنوں" اہلِ جنوں" کے لئے "آغوشِ وداع"
چاک ہوتا ہے "گریباں سے جُدا" میرے بعد
کون ہوتا ہے؟ حریفِ مے مرد افگن، عشق"
ہے مکرّر "لبِ ساقی" پہ "صلا" میرے بعد!
غم سے مرتا ہوں! کہ اتنا نہیں دُنیا میں کوئی
کہ کرے "تعزیتِ مہرو وفا" میرے بعد
آئے ہے "بیکسئ عشق" پہ رونا غالبؔ!!
کِس کے گھر جائے گا؟ "سیلابِ بلا میرے بعد!

آخری چہار شنبہ

ہے چہار شنبہ آخرِ ماہِ صفر" چلو
رکھ دیں چمن میں بھر کے "مۓ مُشکبو" کی ناند
جو آئے جام بھر کے پئے۔ اور ہو کے مست
سبزے کو رُوندتا پھرے۔ پھُولوں کو جائے پھاند
بٹتے ہیں "سونے رُوپے کے چھلّے" حُضُور میں
ہے جن کے آگے "سیم و زرِ مہر و ماہ ماند"
یُوں سمجھئے۔ کہ بیچ سے خالی کیئے ہوُئے"

لاکھوں ہی آفتاب ہیں اور بے شمار چاند
غالبؔ! یہ کیا بیاں ہے بجز مدح بادشاہ
بھاتی نہیں ہے۔ اب مجھے کوئی نوشت و خواند"

قطعہ تاریخ

ہوئی جب "میرزا جعفر" کی شادی
ہوا "بزمِ طرب" میں "رقصِ ناہید"
کہا غالبؔ سے! تاریخ اس کی کیا ہے؟
تو بولا! "انشراحِ جشنِ جمشید"
۱۲۷۰ھ

(گزارش مصنف بحضور شاہ)

اے شہنشاہ!! آسمان اورنگ — اے جہاں دار! آفتاب آثار
تھا میں اک "بے نوائے گوشہ نشیں" — تھا میں اک "دردمندِ سینہ فگار"
تم نے مجھ کو جو آبرو بخشی — ہوئی میری وہ "گرمیٔ بازار"
کہ ہوا مجھ سا ذرۂ ناچیز — "روشناسِ ثوابت و سیار"
گرچہ از روئے۔ ننگِ بے ہنری — ہوں خود اپنی نظر میں اتنا خوار
کہ گر اپنے کو میں کہوں خاکی — جانتا ہوں۔ کہ آئے خاک کو عار
شاد ہوں لیکن اپنے جی میں کہ ہوں — بادشہ کا "غلامِ کارگزار"
"خانہ زاد" اور "مرید" اور "مداح" — تھا ہمیشہ سے یہ "عریضہ نگار"

بارے! نوکر بھی ہو گیا صد شکر
نسبتیں ہو گئیں مشخص چار

نہ کہوں آپ سے۔ تو کس سے کہوں؟
مدعائے "ضروری الاظہار"

پیر و مرشد!! اگرچہ مجھ کو نہیں
ذوقِ آرائشِ سر۔ و۔ دستار

کچھ تو جاڑے میں چاہیئے آخر؟
تا نہ دے "بادِ زمہریر" - آزار

کیوں نہ درکار ہو مجھے؟ پوشش
جسم رکھتا ہوں (ہے اگرچہ) نزار

کچھ خریدا نہیں ہے "اب کی سال"
کچھ بنایا نہیں ہے "اب کی بار"

"رات کو آگ"۔ اور دن کو دھوپ!
"بھاڑ میں جائیں" ایسے! لیل و نہار

آگ تاپے کہاں تلک؟ انسان!
دھوپ کھائے کہاں تلک؟ جاندار

"دھوپ کی تپش" "آگ کی گرمی"
"وقنا ربنا عذاب النار"

میری تنخواہ جو مقرر ہے
اُس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مُردے کی "چھ ماہی" ایک
خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھ کو دیکھو تو ہوں بقیدِ حیات
اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار!!

بس کہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض
اور رہتی ہے۔ سود کی تکرار

میری تنخواہ میں تہائی کا
ہو گیا ہے شریک۔ ساہوکار

آج مجھ سا نہیں "زمانے میں"
"شاعرِ نغز گوئے" "خوش گفتار"!

"رزم کی داستاں" اگر سنیئے!
ہے زباں میری "تیغِ جوہر دار"

"بزم کا التزام" اگر کیجئے!
ہے قلم میری "ابرِ گوہر بار"

ظلم ہے!! گر نہ دو "سخن کی داد"
قہر ہے! گر کرو نہ مجھ کو پیار

آپ کا "بندہ" اور پھروں ننگا!
آپ "کا نوکر"! اور کھاؤں اُدھار

میری تنخواہ کیجے "ماہ بہ ماہ"	تا نہ ہو۔ مجھ کو زندگی دشوار
ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام	شاعری سے مجھے نہیں ہے سروکار

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

منقبت حضرت ابن ابی طالبؑ

ساز یک ذرہ" نہیں "فیضِ چمن" سے بیکار
"سایۂ لالۂ بے داغ" سویدائے بہار"
"مستیٔ بادِ صبا" سے ہے "بہ عرضِ سبزہ"
ریزہ شیشۂ مے "جوہرِ تیغ کہسار"
سبز ہے "جامِ زمرد" کی طرح داغِ پلنگ"
تازہ ہے "ریشۂ نارنج صفت" روئے شرار"
"مستیٔ ابر" سے "گلچینِ طرب" ہے۔ حسرت
کہ اس آغوش میں ممکن ہے۔ دو عالم کا فشار
کوہ و صحرا۔ ہمہ "معموریٔ شوقِ بلبل"
"راہ خوابیدہ ہوئی "خندۂ گل" سے بیدار
سونپے ہے "فیضِ ہوا" صورتِ مژگانِ یتیم"
"سرنوشتِ دو جہاں" ابر۔ بہ یک سطرِ غبار
کاٹ کر پھینکیئے ناخن۔ "تو" بہ۔ انداز ہلال"

قوتِ نامیہ اوس کو بھی نہ چھوڑے بیکار
کفِ ہر "خاک بہ گردوں شدہ" قمری پرواز"
دامِ ہر "کاغذِ آتش زدہ" طاؤس شکار"
"مے کدہ" میں ہو اگر آرزوئے گُل چینی"
بھول جا۔ یک "قدحِ بادہ" بہ "طاق گلزار"
موجِ گل ڈھونڈھ بہ "خلوت کدۂ غنچہ باغ"
گم کرے "گوشۂ میخانہ" میں گر تو "دستار"
کھینچے گر "مانیِ اندیشہ" چمن کی تصویر
سبز "مثلِ خطِ نوخیز" ہو۔ خطِ پرکار
لعل سے کی ہے زئے زمزمۂ مدحتِ شاہ)
"طوطیِ سبزۂ کہسار" نے پیدا۔ منقار
وہ شہنشاہ! کہ جس کی پئے تعمیر سرا
"چشمِ "جبریل" ہوئی "قالب۔ خشتِ دیوار"
"فلک العرش" "ہجومِ خمِ دوشِ مزدور"
رشتۂ فیضِ ازل" سازِ طنابِ معمار"
"سبزۂ نہ چمن" ویک خطِ پشتِ لبِ بام"
"رفعتِ ہمتِ صد عارف" ویک اوجِ حصار"
وہاں کی خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پرکاہ
وہ رہے "مروحۂ بالِ پری" سے بیزار

اُس = ع اوس

خاکِ صحرائے۔ نجف" "جوہر سیر عرفا"
چشمِ نقشِ قدم" "آئینہ بختِ بیدار"
ذرہ اس گرد کا۔ خورشید کو آئینۂ ناز"
گرد اُس دشت کی۔ اُمیّد کو احرامِ بہار"
آفرینش کو ہے واں سے۔ طلبِ مستیِ ناز"
"عرض خمیازہ ایجاد" ہے ہر موجِ غُبار

مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہے اے! "شمعِ شبستانِ بہار"
"دلِ پروانہ چراغاں"۔ "پرِ بلبل گل زار"
"شکلِ طاؤس" کرے "آئینہ خانہ" پرواز
"ذوق میں جلوے کے تیرے" بہ ہوائے دیدار
تیری اولاد کے غم سے ہے۔ "بروئے گردوں"
سلکِ اختر میں "مہ نو" "مژۂ گوہر بار"
ہم "عبادت کو تیرا نقشِ قدم" "مُہرِ نماز"
ہم "ریاضت" کو تیرے حوصلے سے اِستظہار
مدح میں تیری نہاں "زمزمہ نعتِ نبیؐ"
"جام سے تیرے۔ عیاں۔ بادۂ جوشِ اسرار"
"جوہرِ دستِ دعا" آئینہ۔ یعنی "تاثیر"

یک طرف "نازشِ مژگاں" و۔ دگر سُو غمِ خار"
مردمک سے ہو "عزا خانۂ اقبالِ نگاہ
خاکِ در کی تیرے جو چشم نہ ہو آئینہ دار
"دشمنِ آلِ نبی" کو بہ "طرب خانۂ دہر"
"عرضِ خمیازہ سیلاب" ہو "طاقِ دیوار"
دیدہ "تا دِل" اسد! آئینۂ یک پرتوِ شوق"
"فیضِ معنیٰ" سے" خط ساغرِ راقم" سرشار

غزل

بلا سے! ہیں جو یہ "پیشِ نظر" در۔ و۔ دیوار
"نگاہِ شوق" کو ہیں "بال و پر" در۔ و دیوار
"وفورِ اشک" نے "کاشانے" کا کیا یہ رنگ!
کہ ہو گئے مِرے دیوار۔ و۔ در" درو۔ دیوار"
نہیں ہے "سایہ" کہ سُن کر "نویدِ مقدم یار"
گئے ہیں چند قدم پیشتر" در۔ و۔ دیوار"
ہُوئی ہے کِس قدر! ارزانیٔ مے جلوہ"
کہ مست ہے ترے کوچے میں ہر در۔ و۔ دیوار
جو ہے تجھے "سرِ سودائے انتظار"۔ تو۔ آ!!
کہ ہیں "دکانِ متاعِ نظر" درو دیوار

"ہجومِ گریہ" کا سامان کب کیا؟ میں نے
کہ۔ گر پڑے نہ میرے پانوٗ پر "در و دیوار"
وہ آرہا میرے "ہمسایہ" میں تو "سایہ" سے
ہوئے فدا "در و۔ دیوار" پر در و دیوار"
نظر میں کھٹکے ہے "بن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہیں "ہم" دیکھ کر در و دیوار
نہ پوچھ! "بے خودیِ عیشِ مَقدمِ سیلاب"
کہ ناچتے ہیں پڑے! سربسر در و دیوار
نہ کہہ کسو[1] سے! کہ "غالبؔ نہیں زمانے میں
حریفِ رازِ محبت) مگر" در و دیوار"
گھر جب بنا لیا "ترے در پر"۔ کہے بغیر!
جانے گا اب بھی تو نہ میرا گھر؟ کہے بغیر!
کہتے ہیں "جب رہی نہ مجھے" طاقتِ سخن"
"جانوں "کسی کے دل کی۔ میں" کیونکر کہے بغیر!
کام اس سے آپڑا ہے۔ کہ جس کا جہان میں
لیوے نہ کوئی نام "ستمگر" کہے بغیر!!
جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے! وگرنہ ہم
سر جائے یا رہے! نہ رہیں پر کہے بغیر!

[1] کسو = نمبر [2] کسی۔

چھوڑوں گا میں نہ اُس بُتِ کافر کا پُوجنا
چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

مقصد ہے "ناز و غمزہ" وَلے گفتگو میں" کام
بنتا نہیں ہے۔ بادہ و ساغر کہے بغیر

"بہرا ہوں میں" تو چاہیئے "دونا ہو التفات
سُنتا نہیں ہوں" بات "مکرّر کہے بغیر

غالبؔ! نہ کر حضور میں۔ تو بار بار عرض
ظاہر ہے" تیرا حال سب" اُن پر۔ کہے بغیر

لرزتا ہے میرا دل "زحمتِ مہرِ درخشاں" پر
میں ہوں وہ قطرۂ شبنم کہ ہو" خارِ بیاباں" پر

نہ چھوڑی حضرتِ یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی
سفیدیِ دیدۂ یعقوب" کی پھرتی ہے زنداں پر

فنا! "تعلیم درسِ بے خودی" ہوں اُس زمانے سے
کہ مجنوں "لام الف" لکھتا تھا دیوارِ دبستاں" پر

فراغت کس قدر رہتی مجھے "تشویشِ مرہم سے
بہم گر صلح کرتے" پارہائے دِل" نمکداں پر

نہیں اقلیمِ الفت میں کوئی طومارِ ناز" ایسا
کہ پشتِ چشم سے جس کی نہ ہووے مُہر عنواں پر

مجھے اب دیکھ کر ابرِ شفق آلودہ" یاد آیا

۱؎ بنتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر ۲؎ اُس

کہ فرقت میں تیری۔ آتش برستی تھی گلستاں پر
بجز "پروازِ شوقِ ناز" کیا باقی رہا ہوگا؟
قیامت اک ہوائے تند ہے! خاکِ شہیداں پر
نہ لڑ ناصح سے غالبؔ! کیا ہوا؟ گر اُس نے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر۔ زور چلتا ہے گریبان پر
جنوں کی "دست گیری" کس سے ہو؟ گر ہو نہ عُریانی
گریباں۔ چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر
برنگِ کاغذِ آتش زدہ "نیرنگ بے تابی"
ہزار آئینہ دِل باندھے ہے "بالِ یک تپیدن" پر
فلک سے ہم کو "عیشِ رفتہ" کا کیا کیا تقاضا ہے؟
"متاعِ بُردہ" کو سمجھے ہوئے ہیں قرض۔ رہزن پر
ہم اور وہ بے سبب "رنج آشنا دشمن" کہ رکھتا ہے
"شعاعِ مہر" سے تہمت نگہ کی "چشمِ روزن" پر
فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فروغ "طالعِ خاشاک" ہے موقوف گلخن پر
اسدؔ بسمل ہے کس انداز کا! قاتل سے کہتا تھا
تو مشقِ ناز کر! "خونِ دو عالم" میری گردن" پر

[حاشیہ ص۵۴ لام الف (لا) = نہیں (ا) تھا = نمبر ۲ ہے۔

"ستم کش" مصلحت سے ہوں، کہ "خوباں" تجھ پہ عاشق ہیں
تکلف برطرف! مل جائے گا تجھ سا "رقیب" آخر

"صفائی حیرتِ آئینہ" ہے "سامانِ زنگ" آخر
"تغیرِ آب برجا ماندہ" کا پاتا ہے رنگ آخر
نہ کی "سامانِ عیش وجاہ" نے تدبیرِ وحشت کی
ہوا "جامِ زمرد" بھی مجھے "داغِ پلنگ" آخر

کیوں؟ جل گیا نہ؟ "تابِ رخِ یار" دیکھ کر؟
جلتا ہوں! اپنی "طاقتِ دیدار" دیکھ کر
"آتش پرست" کہتے ہیں "اہلِ جہاں" مجھے
سرگرم "نالہائے شرر بار" دیکھ کر
کیا؟ آبروئے عشق! جہاں عام ہو "جفا"
رکتا ہوں! تم کو بے سبب آزار دیکھ کر
آتا ہے میرے قتل کو پرجوش رشک سے
مرتا ہوں، اوس کے ہاتھ میں "تلوار" دیکھ کر
ثابت ہوا ہے "گردنِ مینا" پہ "خونِ خلق"
لرزے ہے "موجِ مے" تیری رفتار دیکھ کر
وا حسرتا! کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ

ہم کو "حریصِ لذتِ آزار" دیکھ کر
بِک جاتے ہیں ہم آپ "متاعِ سخن" کے ساتھ
لیکن! "عیارِ طبعِ خریدار" دیکھ کر
زنار باندھ! "سبحۂ صد دانہ" توڑ ڈال!!
رہرو چلے ہے "راہ کو ہموار" دیکھ کر
اِن "آبلوں سے پاؤں کے" گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہُوا ہے! "راہ کو پُرخار" دیکھ کر
کیا بدگمان ہے مجھ سے! کہ آئینہ میں میرے
(طوطی کا عکس سمجھے ہے) "زنگار" دیکھ کر
گرنی تھی ہم پہ برقِ تجلی! نہ طور پر؟
دیتے ہیں بادہ "ظرفِ قدح خوار" دیکھ کر
سر پھوڑنا وہ! "غالب شوریدہ حال" کا
یاد آگیا مجھے! "تیری دیوار" دیکھ کر
ہے بس کہ! ہر اک اُن کے اشارے میں "نشان" اور
کرتے ہیں محبت! تو گزرتا ہے "گمان" اور!!
یارب! وہ نہ سمجھے ہیں۔ نہ سمجھیں گے میری بات
دے اور دل اُن کو! جو نہ دے مجھ کو "زبان" اور
ابرو سے ہے کیا؟ اُس "نگہ ناز" کو پیوند
ہے تیر مقرر! مگر اُس کی ہے "کمان" اور

تم شہر میں ہو۔ تو ہمیں کیا غم؟ جب اُٹھیں گے
لے آئیں گے "بازار سے" (جا کر) "دل و جاں" اور
ہر چند "سبک دست" ہوئے "بُت شکنی" میں
ہم ہیں۔ تو ابھی راہ میں ہے! "سنگِ گراں" اور
ہے خُونِ جگر جوش میں! دِل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی "دیدۂ خُون نابہ فشاں" اور
مرتا ہوں! اِس آواز پہ۔ ہر چند سر اُڑ جائے
جلّاد کو۔ لیکن وہ کہے جائیں کہ۔ ہاں!! "اور"
لوگوں کو ہے "خورشیدِ جہاں تاب" کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں۔ اک "داغِ نہاں" اور
لیتا (نہ اگر دل تمہیں دیتا) "کوئی دم" چین
کرتا (جو نہ مرتا)، کوئی دِن "آہ و فغاں" اور
پاتے نہیں جب راہ "۔ تو۔ چڑھ جاتے ہیں نالے
رُکتی ہے "میری طبع"۔ تو ہوتی ہے "رواں" اور
ہیں اور بھی "دُنیا میں سخنور" بہت اچھے
کہتے ہیں کہ "غالب کا ہے" انداز بیاں" اور"
لازم تھا! کہ دیکھو "میرا رستا" "کوئی دن" اور
تنہا گئے کیوں؟ اب رہو تنہا "کوئی دِن" اور
مِٹ جائے گا "سر گر" تیرا پتھر نہ گھِسے گا

ہوں در پہ تیرے "ناصیہ فرسا" کوئی دن" اور
آئے ہو کل۔ اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں

مانا۔ کہ۔ ہمیشہ نہیں، اچھا۔ کوئی دن اور
جاتے ہوئے کہتے ہو "قیامت" کو ملینگے!

کیا خوب! قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
ہاں! اے فلکِ پیر!! جواں تھا ابھی۔ عارف

کیا تیرا بگڑتا؟ جو نہ مرتا "کوئی دِن" اور
تم "ماہِ شبِ چار[۱۴] دہم" تھے "مرے گھر" کے

پھر! کیوں نہ رہا؟ گھر کا وہ نقشا" کوئی دن" اور
تم کون سے تھے؟ ایسے کھرے! "داد و ستد" کے

کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن" اور
مجھ سے تمہیں نفرت سہی! نیّر سے لڑائی!

بچّوں کا بھی دیکھا نہ تماشا!! "کوئی دِن" اور
گزری نہ بہر حال یہ مدّت! خوش و ناخوش"

کرنا تھا جواں مرگ"! گزارا کوئی دن اور
ناداں ہو جو کہتے ہو! کہ کیوں؟ جیتے ہیں غالب

قسمت میں ہے مرنے کی تمنّا کوئی دن" اور؟

نہ گل نغمہ ہوں "نہ" پردۂ ساز
میں ہوں! "اپنی شکست" کی آواز

نقشا = نقشہ سے ہو

"تو" اور "آرائشِ خمِ کاکل"!!
"مَیں" اور اندیشہ ہائے دور دراز!

"لافِ تمکین"، فریبِ سادہ دلی
"ہم ہیں" اور "رازہائے سینۂ گداز"

"ہوں" "گرفتارِ الفتِ صیّاد"
ورنہ - باقی ہے! "طاقتِ پرواز"

وہ بھی دن ہو! کہ اُس ستم گر سے
"ناز کھینچوں" بجائے حسرتِ ناز

نہیں دل میں میرے "وہ" قطرۂ خوں
جس سے مژگاں ہوئی نہ ہو گلباز

اے! تیرا جلوہ "یک قلم" انگیز
اے! تیرا ظلم "سر بہ سر" انداز

تو ہوا "غمزہ[1] گر" مبارک ہو!!
ریزشِ "سجدۂ جبینِ نیاز"

مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہُوا؟
میں غریب! اور "تو" غریب نواز!

"اسداللہ خاں" تمام ہوا
اے دریغا!! وہ رندِ شاہد باز

---

1. غمزہ گر 2. جلوہ گر

حریفِ "مطلبِ مشکل" نہیں "فسونِ نیاز"
دعا قبول ہو یارب!! کہ "عمرِ خضر" دراز!

نہ ہو بہ ہرزہ "بیاباں نوردِ" وہمِ وجود
ہنوز "تیرے تصور میں ہے" نشیب و فراز

وصالِ جلوہ "تماشا" ہے! "پر" دماغ کہاں؟
کہ دیجے "آئینۂ انتظار" کو پرواز"

ہر ایک "ذرہ عاشق" ہے "آفتاب پرست"
گئی نہ (خاک ہوئے پر) ہوائے جلوہ ناز

نہ پوچھ! "وسعتِ مے خانۂ جنوں" غالبؔ!!
جہاں یہ! "کاسۂ گردوں ہے ایک" خاک انداز

وسعتِ سعئی کرم دیکھ کہ سرتا سرِ خاک
گذرے ہے "آبلہ پا" "ابرِ گہر بار" ہنوز

یک "قلم" کاغذِ آتش زدہ ہے "صفحۂ دشت"
نقشِ پا میں ہے "تپ گرمئ رفتار" ہنوز

فارغ مجھے نہ جان! کہ مانندِ صبح و مہر
ہے داغِ عشق "زینتِ جیب و کفن" ہنوز

ہے ناز مفلسان "زر از دست رفتہ" پر
ہوں گل فروشِ "شوخئ داغِ کہن" ہنوز

"مے خانۂ جگر" میں یہاں "خاک بھی نہیں!
خمیازہ کھینچے ہے "بُت" "بے دادفن" ہنوز

کیوں کر؟ اُس بُت سے رکھوں! جان "عزیز"
کیا نہیں ہے؟ مجھے "ایمان" عزیز
دل سے نکلا "پہ" نہ نکلا دِل سے!
ہے تیرے "تیر کا پیکان"! عزیز!
تاب لائے ہی بنے گی! غالبؔ!
واقعہ سخت ہے! "اور" جان "عزیز"!
مُژدہ! اے ذوقِ اسیری!! کہ نظر آتا ہے
"دام" خالی "قفسِ مرغِ گرفتار" کے پاس
جگرِ تشنۂ آزارِ "تسلّی" نہ ہُوا!
جوئے خوں ہم نے بہائی بُن ہر خار کے پاس
مُند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے!!
"خوب وقت" آئے تم! اِس "عاشقِ بیمار" کے پاس
میں بھی رُک رُک کے نہ مرتا! جو زباں کے بدلے
دشنہ ایک تیز سا ہوتا میرے "غم خوار" کے پاس
"دہنِ شیر" میں جا بیٹھئے!! "لیکن" اے دل!
نہ کھڑے ہوجئیے!! "خوبانِ دل آزار" کے پاس

دیکھ کر تجکو "چمن" بس کہ "نمو" کرتا ہے
خود بہ خود پہنچے ہے "گل" "گوشۂ دستار" کے پاس
مر گیا پھوڑ کے سر "غالب وحشی" ہے ہے!
بیٹھنا اُس کا وہ آکر! "تیری دیوار" کے پاس

نہ لیوے گر "خسِ جوہر" "طراوت" "سبزہ خط" سے
لگا دے "خانۂ آئینہ" میں "روئے نگار" آتش
"فروغِ حسن" سے ہوتی ہے "حلِّ مشکلِ عاشق"
نہ نکلے شمع کے پا سے (نکالے گر نہ) "خار آتش"

قطعۂ تاریخ

خجستہ "انجمن طوے" مرزا جعفر
کہ جس کے دیکھے سے سب کا جی ہوا محظوظ
ہوئی ہے ایسے ہی فرخندہ سال میں غالب!
نہ کیوں ہو؟ مادۂ سالِ عیسوی "محظوظ"
۱۸۵۴ء

جادہ "راہِ خور" کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع
چرخ وا کرتا ہے "ماہِ نو" سے "آغوشِ وداع"

رخِ نگار" سے ہے "سوزِ جاودانی" شمع"

ہوئی ہے "آتشِ گل"، "آبِ زندگانیٔ شمع"
"زبانِ اہلِ زباں" میں ہے مرگِ "خاموشی"
یہ بات "بزم" میں روشن ہوئی، زبانیٔ شمع
کرے ہے صرف "بہ ایمائے شعلہ"، قصّہ تمام
"بہ طرزِ اہلِ فنا" ہے "فسانہ خوانیٔ شمع"
غم اُس کو "حسرتِ پروانہ" کا ہے اے شعلہ!!
ترے لرزنے سے ظاہر ہے!! ناتوانیٔ شمع
ترے خیال سے "روح" "اہتزاز" کرتی ہے
"بہ جلوہ ریزیٔ باد" و "بہ پر فشانیٔ شمع"
"نشاطِ داغِ غمِ عشق" کی بہار! نہ پوچھ!
شگفتگی ہے "شہیدِ گلِ خزانیٔ شمع"
جلے ہے "دیکھ کے بالینِ یار پر"، مجھکو!
نہ کیوں ہو؟ دل پہ میرے "داغِ بدگمانیٔ شمع"

"بیمِ رقیب" سے نہیں کرتے "وداعِ ہوش"
"مجبور" یہاں تلک ہوئے! اے "اختیار"!! حیف
جلتا ہے دل۔ کہ کیوں نہ؟ ہم "اِک بار" جل گئے
اے ناتمامیٔ "نفسِ شعلہ بار"!! حیف!!

آہ کو چاہیئے ایک عمر!! اثر ہونے" تک
کون جیتا ہے؟ تری زلف کے" سر ہونے" تک

دامِ ہر موج" میں ہے" حلقۂ صد کامِ نہنگ"
دیکھیں! کیا گزرے ہے؟ قطرے پہ! "گہر ہونے" تک

عاشقی" صبر طلب"! اور تمنّا" بیتاب"!!
دل کا کیا رنگ کروں؟ "خونِ جگر" ہونے" تک

ہم نے مانا! کہ تغافل نہ کرو گے" لیکن"!
خاک ہو جائیں گے ہم!! تم کو خبر ہونے تک!!

"پرتوِ خور سے ہے" شبنم کو" فنا کی تعلیم
"میں بھی ہوں" ایک عنایت کی نظر" ہونے تک

"یک نظر" بیش نہیں" فرصتِ ہستی" غافل!!
"گرمیٔ بزم" ہے یک" رقصِ شرر" ہونے تک

غمِ ہستی کا اسدؔ!! کس سے ہو؟ جز "مرگ" علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے" سحر" ہونے تک

غزل

زخم پر چھڑکیں کہاں؟ طفلانِ بے پروا نمک
کیا مزہ ہوتا! اگر پتھر میں بھی۔ ہوتا نمک
گردِ راہِ یار ہے" سامانِ نازِ زخمِ دل"

ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر؟ پیدا نمک
مجکو ارزانی رہے! تجکو مبارک ہوجیو!
نالۂ بلبل کا درد۔ اور خندۂ گل کا نمک
شور جولاں تھا کنارِ بحر پر کس کا؟ کہ آج
گردِ ساحل ہے بہ زخمِ موجۂ دریا نمک
داد دیتا ہے میرے زخمِ جگر کی واہ واہ!!
"یاد کرتا ہے مجھے" دیکھے ہے وہ جس جا نمک
چھوڑ کر جانا تنِ مجروح عاشق حیف ہے!
دِل طلب کرتا ہے زخم۔ اور مانگیں ہیں اعضاء نمک
غیر کی منّت نہ کھینچوں گا پئے توقیر درد
"زخم" مثلِ خندۂ قاتل ہے سرتا پا نمک
یاد ہیں غالبؔ تجھے وہ دن کہ "وجدِ ذوق" میں
زخم سے گرتا۔ تو میں پلکوں سے چُنتا تھا نمک
گر تجھ کو ہے یقینِ اجابت "دُعا" نہ مانگ!
یعنی! بغیر "یک دلِ بے مدّعا" نہ مانگ
آتا ہے "داغِ حسرتِ دل" کا شمار یاد
مجھ سے میرے گُناہ کا حساب لے خُدا! نہ مانگ

رباعی

بھیجی ہے جو مجکو "شاہِ جم جاہ" نے دال
ہے "لطف و عنایاتِ شہنشاہ" پہ دال
یہ شاہ پسند دال دبے بحث و جدال،
ہے دولت و - دین و - دانش و - داد کی دال

رباعی

مُشکل ہے زبس - کلام میرا اے دِل !!
سُن سُن کے اُسے سخنورانِ کامِل
آسان کہنے کی - کرتے ہیں فرمایش
گویم مُشکل - وگرنہ - گویم مُشکل !!

رباعی

بعد از اتمام بزمِ عیدِ اطفال
ایامِ جوانی رہے ساغر کشِ حال
آپہونچے ہیں تا "سوادِ اقلیمِ عدم"
اے عمرِ گذشتہ ایک قدم "استقبال"

رباعی

آتش بازی ہے جیسے شغلِ اطفال
ہے سوزِ جگر کا بھی اسی طرح کا حال
تھا موجدِ عشق بھی قیامت کوئی!!
لڑکوں کے لئے۔ گیا ہے۔ کیا! کھیل نکال

ہے کس قدر؟ ہلاک "فریبِ وفائے گل"
بلبل کے کاروبار پہ ہیں "خندہ ہائے گل"
آزادیٔ نسیم مبارک! کہ ہر طرف
ٹوٹے پڑے ہیں حلقۂ دامِ ہوائے گل
جو تھا سو "موجِ رنگ" کے دھوکے میں مر گیا
اے وائے! "نالۂ لبِ خونیں نوائے گل"
خوش حال! اس حریفِ سیہ مست کا کہ جو
رکھتا ہو مثلِ "سایۂ گل سر بہ پائے گل"
ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لئے بہار
میرا رقیب ہے نفسِ عطر سائے گل
شرمندہ رکھتے ہیں مجھے (بادِ بہار سے)
مینائے بے شراب و "دلِ بے ہوائے گل"

سطوت سے تیرے جلوۂ حسنِ غیور کی
خُوں ہے میری نگاہ میں رنگِ ادائے گل
تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا۔ کہ آج تک
بے اختیار دوڑے ہے گل در قفائے گل
غالبؔ! مجھے ہے اس سے "ہم آغوشی" آرزو
جس کا خیال ہے گلِ جیب قبائے گلؔ

قطعہ

اے! شاہنشاہِ فلک منظر و بے مثل و نظیر
اے! جہاندارِ کرم شیوہ بے شبہ و عدیل
پانوں سے تیرے ملے "فرقِ ارادت" "اورنگ"
فرق سے تیرے کرے "کسبِ سعادت" "اکلیل"
تیرا اندازِ سخن۔ "شانۂ زُلفِ الہام"
تیری "رفتارِ قلم" "جنبشِ بالِ جبریل"
تجھ سے عالم پہ کھلا رابطۂ قُربِ کلیم
تجھ سے دُنیا میں بچھا "مائدۂ بذلِ خلیل"
بہ سخن۔ "اوج دِہ" مرتبۂ معنی و لفظ
بہ کرم "داغ نِہ" ناصیۂ قُلزم و نیل

قطعہ

تا ترے وقت میں۔ ہو۔ عیش و طرب کی توفیر
تا ترے عہد میں۔ ہو۔ رنج و الم کی تقلیل
ماہ نے چھوڑ دیا۔ "ثور" سے جانا باہر
زہرہ نے ترک کیا، "حوت" سے کرنا تحویل
تیری دانش! میری اِصلاح مفاسِد کی رہین
تیری بخشش! میری انجاح مقاصِد کی کفیل
تیرا اقبال! ترحّم۔ میرے جینے کی نوید
تیرا اندازِ تغافل! میرے مرنے کی دلیل
بختِ "ناساز" نے چاہا، کہ نہ دے مجھ کو "امان"!
چرخِ "کج باز" نے چاہا، کہ کرے مجھ کو ذلیل!
پیچھے ڈالی ہے۔ سرِ "رشتۂ اوقات" میں گانٹھ
پہلے ٹھونکی ہے۔ "بنِ ناخنِ تدبیر" میں کیل
"تپشِ دِل" نہیں "بے رابطۂ خوفِ عظیم"
"کششِ دم" نہیں "بے ضابطۂ جرِّ ثقیل"
دُرِ معنی سے میرا صفحہ "لقا" کی داڑھی
غمِ گیتی سے میرا سینہ "عمر" کی زنبیل

انجاح = حاجت روائی کرنا۔ ہونا۔

فکر میری، گہر اندوزِ اشاراتِ کثیر
کِلک میری، رقم آموزِ عباراتِ قلیل
میرے اِبہام پہ ہوتی ہے، تصدّق توضیح
میرے اِجمال سے کرتی ہے، تراوِش تفصیل
نیک ہوتی "میری حالت"! تو نہ دیتا تکلیف
جمع ہوتی "میری خاطر" تو نہ کرتا تعجیل
قِبلۂ کون و مکاں! خستہ نوازی میں "یہ دیر"!!
کعبۂ امن اماں! عُقدہ کُشائی میں "یہ ڈِھیل"!!

قصیدہ

شاہ ظفر کی مدح میں عید الفطر کے موقع پر لکھا گیا۔

ہاں! مہِ نو!! سُنیں۔ ہم اُس کا نام
جس کو تُو جُھک کے کر رہا ہے "سلام"
دُو دن آیا ہے تُو نظر "دمِ صُبح"
یہی انداز! اور یہی اَندام!
بارے! دُو دن کہاں رہا؟ غائب
بندہ عاجز ہے! گردشِ اَیّام!!
اُڑ کے جاتا کہاں؟ کہ تاروں کا
آسمان نے بِچھا رکھا تھا "دام"

مرحبا! اے!! سرورِ خاصِ خواص
حبّذا! اے!! نشاطِ عامِ عوام

عُذر میں۔ تینؔ دن نہ آنے کے
لے کے آیا ہے "عید کا پیغام"

اُس کو "بھولا" نہ چاہیئے کہنا
صُبح جو جائے۔ اور آئے شام

ایک میں کیا! کہ سب نے جان لیا
تیرا آغاز اور ترا انجام

رازِ دل مجھ سے۔ کیوں؟ چھپاتا ہے!
مجھ کو سمجھا ہے کیا؟ کہیں نمّام!!

جانتا ہوں! کہ "آج" دُنیا میں
ایک ہی ہے "اُمید گاہِ" انام

میں نے مانا! کہ تو ہے "حلقہ بگوش"
"غالبؔ" اُس کا مگر نہیں ہے غلام؟

جانتا ہوں! کہ جانتا ہے تُو!
تب کہا ہے! بہ طرزِ اِستفہام

"مہرِ تاباں" کو ہو تو ہو۔ اے ماہ!!
قربِ ہر روزہ برسبیلِ دوام

تجھ کو کیا؟ پایہ رُوشناسی کا!
جانتا ہُوں! کہ اُس کے فیض سے تُو!
ماہ بن ۔ ماہ تاب بن ! میں کون؟
میرا اپنا جدا معاملہ ہے
ہے مجھے "آرزوئے بخشش خاص"!
جو کہ بخشے گا تجھ کو "فرِ فروغ"
جبکہ چودہ "منازلِ فلکی"
تیرے "پرتو" سے ہوں "فروغ پذیر"
"دیکھنا"، میرے ہاتھ میں لبریز

ق

جز بہ "تقریبِ عیدِ ماہِ صیام"
پھر بنا چاہتا ہے "ماہِ تمام"
مجھ کو کیا؟ بانٹ دے گا تو انعام!
اور گے "لین دین" سے مجھے کیا کام؟
گر تجھے ہے ۔ اُمیدِ رحمتِ عام
کیا؟ نہ دے گا مجھے "مے گلفام"!
کر چکیں قطع تیری تیزیٔ گام
کوئے دشکوے و صحن و منظرِ بام
اپنی صورت کا اِک "بلوریں جام"

پھر "غزل کی روش" پہ چل نکلا
"توسنِ طبع" چاہتا تھا لگام

"زہرِ غم" کر چکا تھا میرا کام
تجھ کو کس نے؟ کہا ۔ کہ "ہو بدنام"!
مے ہی پھر کیوں نہ؟ میں پیے جاؤں!
غم سے جب ۔ ہوگئی ہو "زیست" حرام
بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے!!
کہ نہ سمجھیں "وہ" لذتِ دشنام
کعبے میں "جا" بجائیں گے "ناقوس"
اب تو باندھا ہے ۔ "دیر" میں احرام

اُس قدح کا ہے "دَور" - مجھ کو نقد
چرخ نے لی ہے جس سے گردش وام
بوسہ دیتے ہیں - اُن کو ہے اِنکار!
دِل کے لینے میں - جن کو تھا ابرام!
چھیڑتا ہوں - کہ اُن کو غصّہ آئے!
کیوں رکھوں؟ ورنہ غالبؔ اپنا نام!
کہہ چکا میں تو "سب کچھ" اب تو کہہ!
اے! پری چہرہ!! پیکِ تیز خرام!
کون ہے؟ جس کے در پہ "ناصیہ سا"
ہیں - مہ و مہر و زہرہ و بہرام!
تو نہیں جانتا؟ تو مجھ سے سُن!
نام شاہنشۂ بلند مقام!!
قبلۂ چشم و - دِل - بہادر شاہ
مظہرِ ذوالجلالِ والاِکرام
شہسوار طریقۂ اِنصاف
نَو بہارِ حدیقۂ اِسلام
جس کا ہر فِعل "صورتِ اعجاز"
جس کا ہر قول "معنیِ اِلہام"
بزم میں "میزبانِ قیصر" و "جم"

رزم میں "اوستادِ رستم"، "وسام"

اے! تیرا لُطف!! زندگی افزا!

اے! تیرا عہد!! فرخی فرجام!

چشم بد دُور! خسروانہ شکوہ!!

لوحش اللہ! "عارفانہ" کلام!

جاں نثاروں میں تیرے قیصرِ رُوم[1]

"وارثِ مُلک" جانتے ہیں تجھے

ایرج و تور و خسرو و بہرام

زور بازو میں مانتے ہیں تجھے

گیو و گودرز و بیژن و رہام

مرحبا!! موشگافیِ ناوک!

آفریں!! آب داریِ صمصام!

تیر کو تیرے تیرِ غیر "ہدف"

تیغ کو تیری تیغِ خصم "نیام"

ق

رعد کا کر رہی ہے کیا؟ دم بند

برق کو دے رہا ہے کیا؟ الزام

تیرے فیلِ "گراں جسد" کی صدا

تیرے "رخشِ سُبک عناں" کا خرام

[1] جرعہ خواروں میں تیرے مرشدِ جام

فنِ "صورت گری" میں تیرا گزر
گر نہ رکھتا ہو دستگاہِ تمام!
اُس کے مضروب کے سروتن سے
کیوں؟ نمایاں ہو صورتِ ادغام"
جب "ازل" میں "رقم پذیر" ہوئے
صفحہ ہائے "لیالی - و - ایام"
اور اُن اوراق میں بہ کلکِ قضا
مُجملاً مُندرج ہوئے احکام
لکھ دیا "شاہدوں" کو "عاشق کُش"!
لکھ دیا "عاشقوں" کو "دشمنِ کام"!
"آسماں" کو کہا گیا کہ "کہیں"
گنبدِ تیز گرد نیلی فام
"حکم ناطق" لِکھا گیا کہ لکھیں
خال کو "دانہ" اور زُلف کو "دام"
آتش و آب و باد و خاک نے کی
وضعِ سوز - و - نم - و - رم - و - آرام
"مہرِ رخشاں" کا نام خسروِ روز
"ماہ تاباں" کا "اسم" شحنۂ شام
تیری توقیعِ سلطنت" کو بھی

دی "بدستور" صورتِ اِرقام

کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم

اُس رقم کو دیا "طرازِ دوام"

ہے ازل سے روائیِ آغاز

ہو ابد تک رسائیِ انجام

مجھکو دیارِ غیر میں مارا "وطن سے دُور!

رکھ لی میرے خدا نے "میری بیکسی" کی شرم!

وہ "حلقہ ہائے زلف" کمیں میں ہیں اے خدا!!

رکھ لیجو! میرے "دعوئِ وارستگی" کی شرم!

رباعی

ہیں "شہ" میں صفاتِ ذوالجلالی باہم

آثارِ "جلالی" و "جمالی" باہم

ہوں شاد نہ کیوں "سافل" و "عالی" باہم

ہے اب کے "شبِ قدر" و "دِوالی" باہم

بہ نالہ "حاصلِ دلبستگی" فراہم کر!

متاعِ خانۂ زنجیر "جز صدا" معلوم!!

---

۱ حلقہ ہائے = ۲ حلقہائے۔

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس"
برق سے کرتے ہیں روشن "شمع ماتم خانہ" ہم
محفلیں برہم کرے ہے "گنجفہ بازِ" خیال
ہیں "ورق گردانیِ نیرنگ" "یک بت خانہ" ہم!
با وجودِ یک جہاں "ہنگامہ پیدائی" نہیں
ہیں "چراغانِ شبستانِ دلِ پروانہ" ہم!
ضعف سے ہے! "نے قناعت سے یہ ترکِ جستجو"
ہیں وبالِ تکیہ گاہِ "ہمتِ مردانہ" ہم!
"دائم الحبس" اس میں ہیں! لاکھوں تمنائیں اسدؔ!
جانتے ہیں "سینۂ پُرخوں" کو "زنداں خانہ" ہم

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ "مے پرستی" ایک دن
ورنہ ہم چھیڑیں گے! رکھ کر عذرِ مستی ایک دن
غرۂ اوجِ بنائے "عالمِ امکاں" نہ ہو
اِس بلندی کے نصیبوں میں ہے "پستی" ایک دن
قرض کی پیتے تھے "مے" لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں!!
رنگ لائے گی؛ ہماری "فاقہ مستی" ایک دن!
"نغمہ ہائے غم" کو بھی اے دل! غنیمت جانیے
"بے صدا" ہو جائے گا "یہ سازِ ہستی" ایک دن

"ڈھول دھپّا" اُس "سراپا ناز" کا شیوہ نہیں!
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبؔ! "پیش دستی" ایک دِن

"بُرشکالِ گریۂ عاشق" ہے! دیکھا چاہیئے!!
کھِل گئی "مانند گُل" سَو جا سے "دیوارِ چمن"

"اُلفتِ گُل سے غلط ہے" دعوٰیِ وارستگی"
"سرو" ہے با وصفِ آزادی "گرفتارِ چمن"

رباعی

اے روشنیٔ دیدہ!! شہاب الدین خاں!
کٹتا ہے "بتاؤ"! کس طرح؟ سے "رمضان"
ہوتی ہے تراویح سے "فرصت" کب تک؟
سُنتے ہو تراویح میں کتنا "قرآن"؟

غزل

"وہ فراق"! اور "وہ وصال" کہاں؟
"وہ شب و روز و ماہ و سال" کہاں؟

فرصتِ "کاروبارِ شوق" کسے؟
ذوقِ "نظارۂ جمال" کہاں؟

۱۔ گریہ = ۲۔ دیدہ

دل تو دل! "وہ دماغ" بھی نہ رہا!!
شورِ "سودائے خط و خال" کہاں؟
تھی وہ "ایک شخص" کے تصوّر سے!!
اب "وہ رعنائیٔ خیال" کہاں؟
ایسا آسان نہیں!! "لہو" رونا!!
دِل میں "طاقت" جگر میں "حال" کہاں؟
ہم سے چھوٹا "قمار خانۂ عشق"!
"ڈہاں" جو جاویں "گرہ" میں "مال" کہاں؟
"فکرِ دُنیا" میں سر کھپاتا ہوں!
"میں" کہاں؟ اور یہ "وبال" کہاں؟
مُضمحِل ہوگئے قوےٰ **غالب**!!
"وہ" عناصر میں "اِعتدال" کہاں؟
دِل لگا کر لگ گیا "اُن کو بھی" "تنہا بیٹھنا"!
بارے! اپنی بیکسی کی ہم نے پائی "داد" یہاں[1]
ہیں "زوال آمادہ" اجزا "آفرینش" کے تمام
مہرِ گردوں "ہے" چراغ رہ گزارِ باد یہاں[2]

نمبر ۱ ڈہاں = نمبر ۲ واں نمبر ۱ قوا نمبر ۲ قویٰ

نمبر ۱ یہاں = نمبر ۲ یاں۔

رباعی

سامانِ "خور- و- خواب" کہاں سے لاؤں!!
"آرام کے اسباب" کہاں سے؟ لاؤں!!
روزہ "میرا ایمان" ہے- **غالب**!! لیکن!
"خس خانہ" و "برف آب" کہاں سے؟ لاؤں!

فرد

لُوں "دام" "بختِ خفتہ" سے یک "خواب خوش" ولے!
غالب!! یہ خوف ہے! کہ کہاں سے؟ "ادا" کروں!!

"مہرباں" ہو کے بُلا لو مجھے! چاہو! جس وقت!
مَیں "گیا وقت" نہیں ہُوں! کہ پھر آ بھی نہ سکوں!
ضُعف میں! "طعنۂ اغیار" کا شکوہ" کیا ہے؟
"بات" کچھ "سر" تو نہیں ہے! کہ "اُٹھا" بھی نہ سکوں!
"زہر" ملتا ہی نہیں!! مجکو "ستم گر" ورنہ!
کیا؟ "قسم" ہے تیرے ملنے کی! کہ کھا بھی نہ سکوں!!

عُہدے سے "مدح ناز" کے باہر نہ آسکا!

برفِ آب = برفاب

گر "ایک" ادا ہو تو اُسے اپنی "قضا" کہوں!

"حلقے" ہیں "چشم ہائے کشادہ" بسوئے دل
ہر "تارِ زلف" کو "نگہ سرمہ سا" کہوں!

"میں" اور! "صد ہزار نوائے جگر خراش"!
"تو" اور! "ایک "وہ" "نہ شنیدن" کہ کیا کہوں؟

ظالم! میرے گماں سے مجھے مُنفعل نہ چاہ
ہے ہے!! "خدا نہ کردہ" تجھے "بے وفا" کہوں!!

"غنچۂ ناشگفتہ" کو دُور سے مت دکھا! کہ یُوں!!
"بوسے" کو پُوچھتا ہُوں مَیں "مُنہ سے مجھے بتا! کہ یُوں"!!

"پُرسشِ طرزِ دل بری" کیجئے کیا؟ کہ بن کہے
اُس کے ہر ایک اشارے سے نِکلے ہے یہ ادا کہ یُوں!

رات کے وقت مے پیئے! ساتھ "رقیب" کو لئے
آوے "وہ" یہاں خدا کرے!! پر نہ کرے خدا! کہ یُوں!

"غیر سے رات کیا بنی؟" یہ جو کہا! تو دیکھئے!!
سامنے آن بیٹھنا! اور "یہ دیکھنا" کہ یُوں!!

بزم میں اُس کے رُوبرو کیوں نہ؟ خموش بیٹھئے!
اُس کی تو خامشی میں بھی "ہے یہی مدّعا" کہ یُوں!

مَیں نے کہا: کہ "بزمِ ناز" چاہئے "غیر" سے تہی

سُن کے "سِتم ظریف" نے مجھ کو اُٹھا دیا! کہ یُوں؛؟
مجھ سے کہا جو "یار" نے۔ جاتے ہیں ہوش کس طرح ؟
دیکھ کے میری "بے خودی" چلنے لگی ہوا! کہ یُوں!!
کب مجھے کُوئے یار میں "رہنے کی وضع" یاد تھی؟
"آئینہ دار" بن گئی حیرتِ نقش پار کہ یُوں!
گر ترے "دِل" میں ہو خیال! وصل میں شوق کا زوال
"موج محیط" آب میں مارے ہے "دست و پا کہ یُوں!
جو یہ کہے کہ "ریختہ" کیوں کہ ہو؟ "رشکِ فارسی"
گفتۂ "غالبؔ" ایک بار پڑھ کے اُسے سُنا کہ یُوں!

"دِل" ہی تو ہے! نہ "سنگ و خشت"۔ درد سے بھر نہ آئے کیوں؟
روئیں گے ہم۔ ہزار بار!! "کوئی" ہمیں ستائے کیوں؟
دَیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستان نہیں!
بیٹھے ہیں "رہ گزر" پہ ہم! "غیر" ہمیں اُٹھائے کیوں؟
جب وہ "جمالِ دل فروز" صورتِ مہرِ نیم روز
آپ ہی ہو "نظارہ سوز" پردے میں مُنہ چھپائے کیوں؟
دشنۂ غمزہ "جاں ستاں"! "ناوکِ ناز" بے پناہ!
تیرا ہی "عکسِ رُخ" سہی! سامنے تیرے آئے کیوں؟

ما: یار ہے الخ

"قیدِ حیات" و "بندِ غم"۔ اصل میں دونوں ایک ہیں!
موت سے پہلے آدمی "غم سے نجات" پائے کیوں؟
حسن اور اُس پہ "حُسنِ ظن" رہ گئی "بُو الہوس" کی شرم!
"اپنے" پہ اعتماد ہے۔ "غیر" کو آزمائے کیوں؟
واں وہ "غرورِ عزّ و ناز" یاں یہ "حجابِ پاسِ وضع"!
راہ میں "ہم" ملیں کہاں؟ "بزم" میں وہ بُلائے کیوں؟
ہاں! وہ نہیں خدا پرست! جاؤ! وہ "بے وفا" سہی!
جس کو ہوں "دین و دل" عزیز۔ اُس کی گلی میں جائے کیوں؟
"غالبِ خستہ" کے بغیر کون سے کام؟ بند ہیں!
روئیے زار زار کیا؟ کیجئے ہائے ہائے!! کیوں؟
سب کہاں؟ کچھ "لالہ و گُل" میں نمایاں ہوگئیں!
"خاک میں" کیا؟ صورتیں ہوں گی! کہ پنہاں ہوگئیں!
یاد تھیں ہم کو بھی "رنگا رنگ" بزم آرائیاں
لیکن۔ اب "نقش و نگار" طاقِ نسیاں ہوگئیں!
تھیں "بنات النعش گردوں" دن کو پردے میں نہاں
شب کو۔ اِن کے جی میں کیا؟ آئی۔ کہ عریاں ہوگئیں!
قید میں یعقوب نے لی۔ گو۔ نہ یوسف کی خبر
لیکن۔ آنکھیں "روزنِ دیوارِ زنداں" ہوگئیں!
سب رقیبوں سے ہوں[1] ناخوش! پر زنانِ مصر سے

[1] ہو۔

ہے زلیخا خوش ۔ کہ "محوِ ماہِ کنعان" ہوگئیں!!
جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو! کہ ہے "شامِ فراق"
میں یہ سمجھوں گا! کہ "شمعیں دو"۔ فروزاں ہوگئیں!
اِن "پری زادوں" سے لیں گے "خلد" میں ہم انتقام!
"قدرتِ حق" سے یہی "حوریں"۔ اگر وہاں ہوگئیں!
نیند اُس کی ہے! دماغ اُس کا ہے! راتیں اُس کی ہیں!
"تیری زلفیں" جس کے بازو پر "پریشاں" ہوگئیں!
میں چمن میں کیا گیا؟ گویا "دبستاں" کھُل گیا
بُلبلیں سُن کر میرے نالے "غزل خواں" ہوگئیں!
وہ نگاہیں کیوں؟ ہُوئی جاتی ہیں یارب! دل کے پار
جو میری "کوتاہئ قسمت" سے "مژگاں" ہوگئیں!
بس کہ! روکا میں نے اور سینے میں اُبھریں پے بہ پے
میری آہیں "بخیۂ چاکِ گریباں" ہوگئیں!
واں گیا بھی "میں"! تو اُن کی گالیوں کا کیا؟ جواب!
یاد تھیں جتنی دعائیں "صرفِ درباں" ہوگئیں!
جاں فزا ہے "بادہ"۔ جس کے ہاتھ میں جام آگیا
سب لکیریں ہاتھ کی گویا "رگِ جاں" ہوگئیں
ہم "موحد" ہیں۔ ہمارا "کیش" ہے "ترکِ رسوم"
ملتیں جب مٹ گئیں "اجزائے ایماں" ہوگئیں!

رنج سے "خوگر" ہوا "انساں" تو مٹ جاتا ہے "رنج"
مشکلیں مجھ پر پڑیں "اتنی" کہ آساں ہو گئیں!

"یوہیں" گر روتا رہا غالبؔ! تو اے! اہلِ جہاں!!
دیکھنا! اِن بستیوں "کو تم! کہ ویراں" ہو گئیں!

فی المنقبت

"دہر" جز جلوۂ یکتائیٔ معشوق نہیں!
ہم کہاں ہوتے؟ اگر "حسن" نہ ہوتا "خود بیں"

"بیدلی ہائے تماشا" کہ "نہ عبرت" ہے "نہ ذوق"
بیکسی ہائے تمنا! کہ نہ دنیا ہے نہ دیں!!

ہرزہ ہے! "نغمۂ زیر و بمِ ہستی و عدم
لغو ہے "آئینہ" فرقِ جنون و تمکیں

نقشِ معنی "بہ ہمہ" خمیازۂ عرضِ صورت
سخنِ حق "ہمہ" پیمانۂ ذوقِ تحسیں

لافِ دانش غلط "نفعِ عبادت" معلوم!!
"دردِ" یک ساغرِ غفلت ہے "چہ دنیا و چہ دیں"!

مثلِ مضمونِ وفا "باد" بہ دستِ تسلیم!
صورتِ نقشِ قدم "خاک" بہ فرقِ تمکیں!

"عشق" بے ربطیٔ شیرازۂ اجزائے حواس

ے یوں ہیں = یونہی

"وصل" زنگارِ رُخِ آئینہ حسنِ یقیں
"کوہ کن" گرسنہ! مزدورِ "طربگاہِ رقیب"
"بے ستون" آئینۂ خوابِ گرانِ شیریں
کس؟ نے دیکھا! نفسِ اہلِ وفا "آتش خیز"!
کس؟ نے پایا! اثرِ نالۂ دلہائے "حزیں"
سامع زمزمۂ اہلِ جہاں ہوں۔ لیکن!
نہ "سر و برگ" ستائش!! نہ دماغِ نفریں!!
کس؟ قدر "ہرزہ سرا" ہوں! کہ "عیاذاً باللہ"!
یک قلم۔ خارجِ آدابِ وقار و تمکین
نقش "لاحول" لکھ! اے! خامۂ "ہذیاں تحریر"
"یا علی" عرض کر! اے! فطرتِ وسواس قریں
"مظہرِ فیضِ خدا" جان و دلِ ختمِ رسل"
"قبلۂ آلِ نبی" کعبۂ ایجادِ یقین"
ہو "وہ" سرمایۂ ایجاد "جہاں" گرم خرام
ہر کفِ خاک ہے "واں" گردہ تصویرِ زمیں
جلوہ پرداز ہو "نقش قدم" اُس کا جس جا
"وہ" کفِ خاک۔ ہے "ناموسِ دو عالم" کی امیں
نسبتِ نام سے اوس کے ہے "یہ رتبہ" کہ رہے
"ابداً" پشتِ فلک خم شدہ نازِ زمیں!

"فیضِ خُلق" اُس کا ہی شامِل ہے! کہ ہوتا ہے سدا
"بُوئے گُل" سے "نفسِ بادِ صبا"! عطر آگیں
"بُرشِ تیغ" کا "اُوس کی" ہے جہاں میں چرچا
قطع ہو جائے "نہ" سر رشتۂ ایجاد۔ کہیں
"کُفر سوز" اُوس کا "وہ" جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے
"رنگِ عاشق" کی طرح "رونقِ" بُت خانۂ چیں
جان پناہا! دل و جاں فیض رسانا! شاہا!!
وصیِ ختمِ رُسل "تُو" ہے! بہ فتوائے یقیں
"جسمِ اطہر کو "تیرے" دوشِ پیمبر"۔ منبر
نام نامی کو "ترے"۔ ناصیۂ عرش "نگیں"
کس سے؟ ممکن ہے! "تیری" مدح بغیر از "واجب"
"شعلۂ شمع" "مگر"! شمع پہ باندھے "آئیں"
آستاں پر ہے "ترے" جوہرِ "آئینہ سنگ"
"رقم بندگی" حضرتِ جبریلِ امیں
تیرے در کے لئے اُسباب نثار" آمادہ
خاکیوں کو جو خدا نے دِئے جان و۔ دِل و۔ دیں"
تری مدحت کے لئے ہیں! دل و۔ جان کام و زباں
تیری تسلیم کو ہیں! لوح و قلم دست و جبیں
کس سے؟ ہو سکتی ہے! مداحی ممدُوحِ خدا!

کس سے؟ ہو سکتی ہے! آرائش فردوس بریں

جنس بازار معاصی ”اسد اللہ اسد“

کہ سوا تیرے کوئی؟ اوس کا ”خریدار“ نہیں!

شوخئ عرض مطالب میں ہے ”گستاخ طلب“

ہے تیرے ”حوصلۂ فضل“ پر از بسکہ ”یقیں“

دے دعا کو مری! ”وہ“ مرتبۂ حسن قبول

کہ اجابت کہے ”ہر حرف پہ سو بار“ آمیں!!

غم شبیر سے ہو سینہ یہاں تک، لبریز

کہ رہیں۔ خون جگر سے ”مری آنکھیں“ رنگیں

طبع کو ”الفت دلدل“ میں ”یہ“ سرگرمئ شوق

کہ جہاں تک چلے اوس سے ”قدم“ اور مجھ سے جبیں“

دل ”الفت“ ”نسب“! و سینۂ ”توحید“ ”فضا“

نگہ ”جلوہ پرست“ و نفس ”صدق گزیں“

”صرف اعدا“ اثر ”شعلۂ دود دوزخ“

”وقف احباب“ ”گل و سنبل فردوس بریں“

دونوں جہان دے کے ”وہ سمجھے“ ”یہ“ خوش رہا

”یاں“ آپڑی یہ شرم! کہ تکرار کیا؟ کریں!

تھک تھک کے ”ہر مقام“ پہ ”دو چار“۔ رہ گئے

تیرا پتہ نہ پائیں۔ تو "ناچار" کیا؟ کریں!
کیا؟ شمع کے نہیں ہیں "ہواخواہ" اہلِ بزم
ہو غم ہی "جاں گداز"، تو "غمخوار" کیا؟ کریں!

"دائم" پڑا ہُوا تیرے در پر نہیں ہوں "مَیں"!
خاک ایسی زندگی پہ! کہ "پتھر" نہیں ہوں مَیں!
کیوں؟ "گردشِ مدام" سے گھبرا نہ جائے "دِل"؟
"اِنسان" ہوں! پیالہ و ساغر نہیں ہوں مَیں!!
یارب! زمانہ "مجھ کو" مٹاتا ہے کس لئے؟
لوحِ جہاں پہ "حرفِ مکرّر" نہیں ہوں مَیں!!
حد چاہیئے! سزا میں "عقوبت" کے واسطے
آخر "گناہ گار" ہوں! "کافر" نہیں ہوں مَیں!
کس؟ واسطے "عزیز" نہیں جانتے مجھے۔!
لعل و زمرد و زر و گوہر نہیں ہوں مَیں!!
رکھتے ہو تم قدم میری آنکھوں سے کیوں دریغ؟
رتبے میں مہر و ماہ سے "کم تر" نہیں ہوں مَیں!
کرتے ہو مجھ کو منعِ "قدم بوس" کس لئے؟
کیا؟ آسمان کے بھی "برابر" نہیں ہوں مَیں!
غالبؔ! "وظیفہ خوار" ہو دو "شاہ" کو دُعا

وہ دِن گئے! کہ کہتے تھے "نوکر نہیں ہُوں میں
"حیراں" ہُوں "دِل" کو رُوؤں! کہ پیٹُوں "جگر" کو مَیں!!
مقدُور ہو تو۔ ساتھ رکھوں! "نوحہ گر" کو مَیں!
چھوڑا نہ رشک نے! کہ "تیرے گھر" کا نام لُوں
ہر اک سے پُوچھتا ہوں! کہ جاؤں کِدھر؟ کو مَیں!
جانا پڑا۔ رقیب کے "در" پر "ہزار بار
اے کاش!! جانتا نہ "ترے رہ گزر" کو مَیں
ہے کیا؟ جو کس کے باندھئے!! "میری بلا" ڈرے!!
کیا؟ جانتا نہیں ہُوں! "تمہاری کمر" کو مَیں!
لو!! وہ بھی کہتے ہیں! کہ "یہ" بے ننگ و نام ہے!!
"یہ جانتا اگر"، تو "لُٹاتا نہ" گھر کو مَیں
چلتا ہوں "تھوڑی دُور" ہر ایک "تیز رو" کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہُوں ابھی "راہبر" کو مَیں
خواہش کو احمقوں نے "پرستش" دِیا قرار!
کیا؟ پُوجتا ہوں! اُس بُتِ بے دادگر، کو مَیں
پھر "بے خودی" میں بھُول گیا "راہِ کوئے یار"
جاتا وگرنہ۔ اِک دن "اپنی خبر" کو مَیں
"اُپنے پہ" کر رہا ہوں "قیاس" اہلِ دہر کا
سمجھا ہوں "دِل پذیر" "متاعِ ہنر" کو مَیں

ترے = تیری

غالبؔ! خدا کرے!! کہ "سوارِ سمندِ ناز"
دیکھوں! علی بہادرِ "عالی گہر" کو مَیں

ملتی ہے "خوئے یار" سے "نار" التہاب میں
کافر ہوں، گر نہ ملتی ہو "راحت" عذاب میں

کب سے ہوں؟ کیا؟ بتاؤں! "جہانِ خراب" میں
"شب ہائے ہجر" کو بھی رکھوں گر "حساب" میں!

تا پھر نہ انتظار میں "نیند" آئے "عمر" بھر
آنے کا عہد کر گئے۔ "آئے" جو "خواب" میں!

قاصد کے "آتے آتے" خط اِک اور لکھ رکھوں
مَیں جانتا ہوں! جو وہ لکھیں گے "جواب" میں!!

مجھ تک کب؟ اُن کی "بزم" میں آتا تھا "دورِ جام"!
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو "شراب" میں

جو "منکرِ وفا" ہو "فریب" اُس پہ کیا؟ چلے!!
کیوں "بدگماں" ہوں "دوست" سے "دشمن" کے باب میں

میں مضطرب ہوں وصل میں "خوفِ رقیب" سے
ڈالا ہے تم کو "وہم" نے کس پیچ و تاب میں!!

مَیں اور "حظِ وصل"!! خدا ساز، بات ہے!!
جاں "نذر" دینی بھول گیا "اضطراب" میں!!

ہے "تیوری چڑھی ہوئی" اندر "نقاب" کے

ہے ایک شکن پڑی ہوئی "طرفِ نقاب" میں

"لاکھوں لگاؤ"، ایک چرانا نگاہ کا
"لاکھوں بناؤ" ایک بگڑنا "عتاب" میں

"وہ نالہ"، دل میں خس کے برابر جگہ نہ پائے
جس نالہ سے شگاف پڑے "آفتاب" میں

وہ "سحر" "مُدّعا طلبی" میں نہ کام آئے
جس سحر سے "سفینہ رواں" ہو "سراب" میں

غالبؔ!! چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں "روزِ ابر" و "شبِ ماہتاب" میں

کل کے لئے کر آج نہ "خِست"، شراب میں
یہ سُوءِ ظن ہے "ساقیٔ کوثر کے باب میں!

ہیں آج کیوں ذلیل؟ کہ کل تک نہ تھی پسند
"گستاخیٔ فرشتہ" ہماری "جناب" میں!

جان کیوں؟ نکلنے لگتی ہے تن سے دمِ سماع!
گر "وہ صدا" سمائی ہے "چنگ و رباب" میں

"رَو" میں ہے "رخشِ عمر" کہاں؟ دیکھئے! تھمے!!
نے ہاتھ "باگ" پر ہے۔ نہ پا ہے "رکاب" میںؔ!

"اُدتنا" ہی مجھکو اپنی حقیقت سے "بُعد" ہے
"جتنا" کہ "وہمِ غیر" سے ہوں پیچ و تاب" میں

ؔشاعرِ دیگر= قابو میں روکنا نہ چلانا نہ اختیار اچھے سوار توسنِ عمرِ رواں ہیں ہم

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے !!
حیراں ہوں پھر "مشاہدہ" ہے کس ؟ حساب میں!

ہے مشتمل "نمودِ صُوَر" پر "وجودِ بحر" !
یہاں کیا؟ دھرا ہے "قطرہ و موج و حباب" میں

شرم "اِک ادائے ناز" ہے۔ اپنے ہی سے سہی
ہیں کتنے بے حجاب ! کہ ہیں یوں "حجاب" میں

آرائشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز
پیشِ نظر ہے آئینہ "دائم" نقاب میں

"ہے غیب" غیب۔ جس کو سمجھتے ہیں ہم "شہود"
ہیں "خواب میں ہنوز"۔ جو جاگے ہیں "خواب" میں

غالبؔ ! ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ "حق" ہوں "بندگیِ بوتراب" میں

نہیں ہے زخم کوئی۔ بخیہ[1] کے "درخور" میرے تن میں !
ہوا ہے "تارِ اشکِ یاس" رشتہ چشمِ سوزن میں

ہوئی ہے "مانعِ ذوقِ تماشا" خانہ ویرانی
کفِ سیلاب باقی ہے "برنگِ پنبہ" روزن میں

ودیعت، "خانۂ بے دادِ۔ کاوشِ ہائے مژگاں" ہوں
"نگینِ نامِ شاہد" ہے مرے "ہر قطرہ خوں"، تن میں

بیاں کس ؟ سے ہو "ظلمت گستری" میرے شبستاں کی!

[1] بخیے

شب مہ ہو۔ جو رکھ دیں "پنبہ" دیواروں کے روزن میں
نکوہش۔ "مانعِ بے ربطی شدرِ جنوں" آئی
ہوا ہے "خندۂ احباب" بخیہ "جیب و دامن" میں
ہوئے اُس "مہروش کے جلوہ تمثال" کے آگے
پر افشاں "جوہر" "آئینہ" میں۔ مثلِ "ذرہ" روزن میں
نہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں پر صحبت مخالف ہے
جو گُل ہوں تو ہوں "گلخن" میں جو خس ہوں تو ہوں "گلشن" میں
ہزاروں دِل دیئے "جوشِ جنونِ عشق" نے مجھکو
"سیہ" ہو کر "سویدا" ہو گیا ہر قطرہ خوں "تن" میں
اسد! "زندانیِ تاثیرِ اُلفت ہائے خوباں" ہوں
"خم دستِ نوازش" ہو گیا ہے "طوق" گردن میں
قیامت ہے! کہ سُن لیلیٰ کا "دشتِ قیس" میں آنا
تعجب سے وہ بولا یُوں بھی ہوتا ہے زمانے میں"!!
"دلِ نازک" پہ اُس کے رحم آتا ہے مجھے غالب!!
نہ کر سرگرم! اُس "کافر" کو اُلفت آزمانے میں

فرد

مت "مردمکِ دیدہ" میں سمجھو یہ نگاہیں
ہیں جمع "سویدائے دلِ چشم" میں آہیں

نمرا۔ بخیہ = نمر۲ بخیئے ۔ لہ سیہ = سیاہ —

تیرے توسن کو "صبا" باندھتے ہیں
ہم بھی "مضمون کی ہوا" باندھتے ہیں!

"آہ" کا کس نے؟ اثر دیکھا ہے!!
ہم بھی "ایک اپنی ہوا" باندھتے ہیں

تیری فُرصت کے "مُقابل" اے! عمر!!
برق کو "پا بہ حنا" باندھتے ہیں

"قیدِ ہستی" سے رہائی معلوم!!
اشک کو "بے سر و پا" باندھتے ہیں

نشۂ رنگ سے ہے واشدِ گل!
مست کب؟ بندِ قبا باندھتے ہیں!

"غلطی ہائے مضامین" مت پوچھ!
"لوگ" نالے کو "رسا" باندھتے ہیں

"اہلِ تدبیر" کی وا ماندگیاں
آبلوں پر بھی "حنا" باندھتے ہیں

سادہ پُر کار ہیں "خوباں" غالب!
ہم سے "پیمانِ وفا" باندھتے ہیں

فرد

زمانہ سخت کم آزار ہے بجانِ اسدؔ!
وگرنہ ہم تو زیادہ "توقع" رکھتے ہیں

جہاں تیرا "نقشِ قدم" دیکھتے ہیں
"خیاباں خیاباں ارم" دیکھتے ہیں

دلِ آشفتگاں "خالِ کنجِ دہن" کے
"سویدا" میں "سیرِ عدم" دیکھتے ہیں

تیرے سروِ قامت سے "یک قدِ آدم"
"قیامت کے فتنہ" کو کم دیکھتے ہیں

"تماشا" کر اے! محوِ آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں!!

سُراغِ تفِ نالہ "لے" "داغِ دل" سے
کہ "شب رو" کا "نقشِ قدم" دیکھتے ہیں

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس "غالب"!!
"تماشائے اہلِ کرم" دیکھتے ہیں!

یہ ہم جو "ہجر" میں دیوار۔ و۔ در کو دیکھتے ہیں
کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں!

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے!!
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں!!

نظر لگے نہ کہیں! اُوس کے "دست و بازو" کو
یہ لوگ کیوں؟ میرے "زخم جگر" کو دیکھتے ہیں!!

ترے "جواہرِ طرفِ کُلہ" کو کیا دیکھیں
ہم "اوجِ طالعِ لعل و گہر" کو دیکھتے ہیں

کی "وفا" ہم سے۔ تو غیر اُس کو "جفا" کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے۔ کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں!!

آج ہم اپنی "پریشانیٔ خاطر" اُن سے
کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھئے! کیا؟ کہتے ہیں

اگلے وقتوں کے ہیں "یہ لوگ" انہیں کچھ نہ کہو!
جو "مے و نغمہ" کو "اندوہ رُبا" کہتے ہیں

دِل میں آجائے ہے۔ہوتی ہے جو فرصت غش سے
اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں؟

ہے پرے "سرحدِ ادراک" سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر "قبلہ نُما" کہتے ہیں!!

پائے افگار" پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے
خارِ رہ کو تیرے ہم "مہر گیا کہتے ہیں

ایک شرر دِل میں ہے اُس سے کوئی گھبرائے گا کیا؟
آگ مطلوب ہے ہم کو جو "ہوا" کہتے ہیں

دیکھئے !! لاتی ہے اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ؟
اُس[1] کی ہر بات پہ ہم "نامِ خدا"!! کہتے ہیں

وحشت و شیفتہ اب "مرثیہ" کہویں شاید!
مر گیا "غالب آشفتہ نوا"!! کہتے ہیں!

قطعہ

گو "ایک بادشاہ کے سب "خانہ زاد" ہیں
"دربار دار" لوگ بہم "آشنا" نہیں!
کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں "کرتے ہوئے سلام"
اِس سے ہے یہ "مراد" کہ ہم "آشنا" نہیں!

[1] اسکی بجائے اُس کی۔

"نالہ" جز حُسنِ طلب اے! ستم ایجاد! نہیں!
ہے تقاضائے "جفا" "شکوہ" بے داد" نہیں!

"عِشق" و "مزدوری" "عِشرت گہِ خسرو! کیا خُوب!!
ہم کو تسلیم "نکو نامی فرہاد" نہیں!!

کم نہیں وہ بھی خرابی ہیں پہ[1] وسعت "معلوم"!!
دشت میں ہے مجھے "وہ عیش" کہ گھر "یاد" نہیں!

اہلِ بینش، کو ہے طوفانِ حوادث "مکتب"
لطمۂ موج۔ کم از "سیلیٔ اُستاد" نہیں

وائے! محرومیِ تسلیم!! و "بدا" حالِ وفا!!
جانتا ہے کہ ہمیں "طاقتِ فریاد" نہیں!

رنگِ تمکینِ گُل و لالہ "پریشان" کیوں ہے؟
گر "چراغانِ سرِ رہ" گزرِ باد" نہیں!!

"سبدِ گُل" کے تلے بند کرے ہے "گُل چیں"
"مژدہ" اے مُرغ! کہ گُل زار" میں صیاد نہیں

نفی سے کرتی ہے "اثبات" تراوِش۔ گویا
دی ہے "جائے دہن" اُس کو "دمِ ایجاد" نہیں"

کم نہیں "جلوہ گری" میں ترے کُوچے سے بہشت
یہی نقشہ ہے! ولے! اِس قدر" آباد نہیں!

[1] بوسعت = ۱۸۲۱ پہ وسعت

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت؟ غالب!!
تم کو "بے مہریِ یارانِ وطن" یاد نہیں!!؟

"نہیں"! کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں!
شبِ فراق" سے "روزِ جزا" زیاد نہیں!

کوئی کہے کہ "شبِ مہ" میں کیا بُرائی ہے"!!
"بلا" سے آج اگر دن کو "ابر و باد" نہیں!

جو "آؤں" ۔ سامنے اُن کے تو "مرحبا" نہ کہیں
جو "جاؤں" واں سے کہیں کو تو "خیر باد" نہیں!

کبھی جو یاد بھی آتا ہوں "میں" تو کہتے ہیں
کہ "آج بزم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں"

علاوہ "عید" کے ملتی ہے اور دن بھی شراب!
گدائے کوچہ مے خانہ "نامراد" نہیں!!

جہاں میں ہو غم و شادی" بہم ہمیں کیا کام؟
دیا ہے ہم کو خدا نے "وہ دل" کہ "شاد" نہیں

تم اُن کے وعدے کا ذکر اُن سے کیوں کرو؟ غالب!!
یہ کیا؟ کہ تم کہو! اور وہ کہیں کہ "یاد نہیں"!

"عشق" تاثیر سے نومید نہیں! "جاں سپاری" "شجرِ بید" نہیں
سلطنت "دست بہ دست" آئی ہے "جامِ مے" خاتمِ جمشید نہیں
ہے تجلی تری "سامانِ وجود" ذرہ "بے پرتوِ خرشید" نہیں

۱ خرشید = نمبر ۲ خورشید

"رازِ معشوق" نہ رُسوا ہو جائے
ورنہ مر جانے میں کچھ بھید نہیں!

"گردشِ رنگِ طرب" سے ڈر ہے
غمِ محرومیٔ جاوید نہیں!!

کہتے ہیں جیتے ہیں اُمید پہ لوگ
ہم کو جینے کی بھی اُمّید نہیں!

رباعی

کہتے ہیں! کہ اب وہ "مُردم آزار" نہیں
عُشّاق کی پُرسش سے اُسے "عار" نہیں
جو ہاتھ کہ ظُلم سے اُٹھایا ہوگا
کیوں کر مانوں؟ کہ اُس میں تلوار نہیں

فرد

ہوگئی ہے غیر کی "شیریں بیانی" کارگر
عِشق کا اُس کو گماں ہم "بے زبانوں" پر نہیں

ذِکر میرا "بہ بدی" بھی اُوسے منظُور نہیں
غیر کی "بات بگڑ جائے" تو کچھ دُور نہیں!!

وعدۂ سیرِ گلستان ہے خوشا! طالِع شوق!
مُژدۂ "قتل" "مقدّر" ہے۔ جو "مذکور" نہیں

"شاہدِ ہستیٔ مُطلق" کی "کمر" ہے "عالم"
"لوگ کہتے ہیں کہ ہے" پر ہمیں منظور نہیں

قطرہ اپنا بھی (حقیقت میں) ہے دریا لیکن
ہم کو تقلیدِ (تنک ظرفیٔ) منصور نہیں!

حسرت اے ذوقِ خرابی! کہ وہ طاقت نہ رہی!!
عشقِ پُر عربدہ کی گوں "تنِ رنجور" نہیں

میں جو کہتا ہُوں کہ ہم لیں گے قیامت میں تمہیں"
کِس رعونت سے وہ کہتے ہیں؟ کہ ہم حور نہیں!

ظُلم کر ظُلم۔ اگر "لطف" دریغ آتا ہو
تو تغافل میں کسی رنگ سے؟ معذور نہیں!

صاف دُردی کشِ پیمانۂ جم ہیں ہم لوگ
وائے! وہ بادہ کہ "افشردۂ انگور" نہیں

ہُوں "ظہوری" کے مقابل میں "خفائی" غالبؔ!!
میرے دعوٰے پہ یہ "حجّت" ہے کہ "مشہور" نہیں

مانعِ دشت نوردی "کوئی تدبیر" نہیں!
ایک چکّر ہے میرے پاؤں میں "زنجیر" نہیں

شوق اُوس دشت میں دَوڑائے ہے مجکو کہ جہاں
جادۂ "راہِ دفا" جز "دمِ شمشیر" نہیں

رنجِ نومیدی "جاوید" گوارا" رہیو!!
خوش ہُوں گر نالہ" زبونی کشِ تاثیر" نہیں

ع۱ کسو ع۲ کسی

سر کھجاتا ہے جہاں زخمِ سر اچھا ہو جائے
لذتِ سنگ "بہ اندازۂ تقریر" نہیں

جب "کرم" رخصتِ بے باکی و گستاخی دے
کوئی تقصیر بجز "خجلتِ تقصیر" نہیں

غالب!! اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ "ناسخ"
"آپ بے بہرہ ہے" جو معتقدِ "میر" نہیں

مزے جہان کے "اپنی نظر" میں "خاک" نہیں
سوائے خونِ جگر۔ سو "جگر" میں "خاک" نہیں

مگر غبار ہوئے پر۔ ہوا اُڑا لے جائے
وگرنہ "تاب و تواں" "بال و پر" میں خاک نہیں

یہ کس "بہشت شمائل" کی آمد آمد ہے!!
کہ غیر "جلوۂ گل" رہ گذر میں خاک نہیں!

بھلا! اُسے نہ سہی! کچھ مجھی کو رحم آتا
اثر میرے "نفسِ بے اثر" میں۔ خاک نہیں

"خیالِ جلوۂ گل" سے خراب ہیں "مے کش"
"شراب خانہ" کے "دیوار و در" میں خاک نہیں

ہوا ہوں عشق کی "غارت گری" سے شرمندہ
سوائے "حسرتِ تعمیر" گھر میں خاک نہیں

ہمارے شعر ہیں اب صرف "دل لگی" کے اسد!!

کھلا۔ کہ۔ فائدہ، "عرضِ ہنر" میں خاک نہیں

ہم پر "جفا" سے "ترکِ وفا" کا گمان نہیں
اک چھیڑ ہے وگرنہ "مُراد" امتحاں نہیں

کس؟ مُنہ سے شکر کیجیئے! اس "لطفِ خاص" کا
پُرسش ہے اور "پائے طلب[1]" درمیان نہیں!

ہم کو "ستم عزیز" ستم گر کو ہم "عزیز"
نامہربان نہیں ہے۔ اگر "مہربان" نہیں

بوسہ نہیں! نہ دیجیئے "دشنام" ہی سہی
آخر زباں تو رکھتے ہو تم گر "دہان" نہیں

ق

ہرچند جان گدازیٔ قہر و عتاب ہے
ہرچند "پشت گرمی" تاب و توان نہیں

جاں مطربِ ترانۂ "ہَل مِن مزید" ہے
لب پردہ "سنج زمزمۂ" "الاماں" نہیں!

خنجر سے چیر سینہ! اگر دل نہ ہو "دونیم"!
دل میں چھری چبھو! مژہ گر "خوں چکان" نہیں!

ہے ننگِ سینہ "دل" اگر "آتش کدہ" نہ ہو
ہے عارِ "دل" "نفس" اگر "آذر فشان" نہیں!

(۱) طلب = (۲) سخن

نقصان نہیں "جنوں" میں "بلا" سے ہو گھر خراب
سو گز زمیں کے بدلے بیاباں گراں نہیں!

کہتے ہو کیا لکھا ہے؟ تیری سرنوشت میں!
گویا "جبیں" پہ سجدۂ بُت کا نشاں نہیں!

پاتا ہوں اُس سے داد کچھ اپنے کلام کی[1]
"روح القدس" اگرچہ میرا "ہم زبان" نہیں!

جاں ہے "بہائے بوسہ" ولے کیوں کہے ابھی
غالبؔ کو جانتا ہے کہ "وہ نیم جاں" نہیں

"آبرو" کیا خاک! اُوس گل کی کہ "گلشن" میں نہیں!
ہے گریباں "ننگِ پیراہن" جو "دامن" میں نہیں!

ضعف سے اے گریہ! کچھ باقی "میرے تن" میں نہیں
رنگ ہو کر اڑ گیا جو "خون" کہ "دامن" میں نہیں

ہو گئے ہیں جمع "اجزائے نگاہِ آفتاب[2]"
"ذرّے" اُس کے گھر کی دیواروں کے "روزن" میں نہیں

کیا کہوں؟ تاریکیٔ زندانِ غم "اندھیر" ہے!!
"پنبہ" "نورِ صبح" سے کم "جس کے روزن" میں نہیں

"رونقِ ہستی" ہے "عشق خانہ ویران ساز" سے
"انجمن" "بے شمع" ہے گر "برق" "خرمن" میں نہیں

---

[1] (۱) کلام کی (۲) سخن کی میں [2] ذرّے [3] ذرّہ۔ اے آفتاب۔

زخمِ سِلوانے سے مجھ پر "چارہ جوئی" کا ہے طعن
غیر سمجھا ہے۔ کہ "لذّتِ زخمِ سوزن" میں نہیں!

بس کہ ہیں! ہم "ایک بہارِ ناز" کے مارے ہُوئے
جلوۂ گُل کے سوا، "گرد" اپنے مدفن میں نہیں

ہُو "فشارِ ضعف" میں کیا ناتوانی کی نمود؟
قد کے جُھکنے کی بھی گنجایش "میرے تن" میں نہیں

قطرہ قطرہ "ایک ہیولیٰ" ہے نئے ناسُور کا
خُوں بھی "ذوقِ درد" سے "فارغ" میرے تن میں نہیں

لے گئی ساقی کی نخوت "قُلزم آشامی" میری
مَوجِ مَے کی آج "رگِ مینا" کی گردن میں نہیں

تھی وطن میں شان کیا؟ غالبؔ! کہ ہو "غربت" میں قدر
"بے تکلّف" ہُوں "وہ مُشتِ خس" کہ "گُلخن" میں نہیں

دِیوانگی سے "دوش" پہ "زنار" بھی نہیں!
یعنی! ہماری جیب میں "ایک تار" بھی نہیں!

دل کو "نیازِ حسرتِ دیدار" کر چُکے
دیکھا! تو ہم میں "طاقتِ دیدار" بھی نہیں!

مِلنا تیرا اگر نہیں "آساں"۔ تو "سہل" ہے
دُشوار تو یہی ہے کہ "دُشوار" بھی نہیں

بے عشقِ "عمر" کٹ نہیں سکتی ہے۔ اور یہاں

"طاقت" بہ قدرِ لذتِ آزار" بھی نہیں

"شوریدگی" کے ہاتھ سے ہے سر، وبالِ دوش"

"صحرا" میں اے خدا!! کوئی دیوار بھی نہیں!

"گنجائشِ عداوتِ اغیار" یک طرف!

یاں "دل" میں ضعف سے "ہوسِ یار" بھی نہیں

ڈر! "نالہائے زار" سے میرے، خدا کو مان!!

"آخر" نوائے مُرغِ گرفتار" بھی نہیں

دل میں ہے یار کی صفِ مژگاں سے "رُوکشی"

حال آں کہ! "طاقتِ خلشِ خار" بھی نہیں!

اِس "سادگی" پہ کون نہ مر جائے؟ اے خدا!!

لڑتے ہیں! اور ہاتھ میں "تلوار" بھی نہیں!

دیکھا! اسدؔ کو "خلوت"۔ و "جلوت" میں بارہا

"دیوانہ" گر نہیں ہے۔ تو "ہشیار" بھی نہیں

غزل

کعبے میں جا رہا۔ تو نہ دو طعنہ۔ کیا کہیں

بھُولا ہُوں حقِ صحبتِ اہلِ کنشت کو؟

طاعت میں تا رہے نہ مے وانگبیں کی لاگ

لہ شعر ندارد (۲) مذکور۔ ۳ یہ۔

دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو

ہوں منحرف نہ کیوں رہ و رسمِ ثواب سے
ٹیڑھا لگا ہے قطِ قلم۔ سرنوشت کو

غالبؔ کچھ اپنی سعی سے لینا نہیں مجھے
خرمن جلے۔ اگر نہ ملخ کھائے کشت کو

وہاں پہنچ کر جو غش آتا "پئے ہم" ہے ہم کو
"صدرہ آہنگِ زمیں بوسِ قدم" ہے ہم کو

دِل کو میں اور مجھے دِل "محوِ وفا" رکھتا ہے
کِس قدر! ذوقِ گرفتاریٔ "ہم" ہے ہم کو

ضُعف سے "نقشِ پئے مور" ہے طوقِ گردن"
تیرے کوچے سے کہاں؟ "طاقتِ رم" ہے ہم کو

جان کر کیجے تغافل! کہ کچھ اُمید بھی ہو!
"یہ نگاہِ غلط انداز" تو "سم" ہے ہم کو

"رشکِ ہم طرحی" و "دردِ اثرِ بانگِ حزیں"
"نالۂ مرغ سحر" تیغ دو دم" ہے ہم کو

سر اُڑانے کے جو وعدہ کو "مکرّر" چاہا
ہنس کے بولے! کہ "تیرے سر کی قسم ہے" ہم کو

دِل کے خوں کرنے کی کیا وجہ؟ ولیکن ناچار!
"پاسِ بے رونقئ دیدہ "اہم" ہے ہم کو

تم وہ نازک! کہ "خموشی" کو "فغاں" کہتے ہو
ہم وہ عاجز! کہ "تغافل" بھی "ستم" ہے ہم کو

ق

لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی!
"ہوسِ سیر و تماشا!" سو وہ کم ہے ہم کو
"مقطعِ سلسلۂ شوق" نہیں ہے یہ شہر
عزمِ "سیرِ نجف" "طوفِ حرم" ہے ہم کو
لئے جاتی ہے "کہیں" ایک توقع غالبؔ!!
جادۂ رہ "کشش کافِ کرم" ہے ہم کو
قفس میں ہوں۔ گر اچھا بھی نہ جانیں میرے "شیون" کو
میرا ہونا برا کیا ہے؟ "نوا سنجانِ گلشن" کو!
نہیں گر ہمدمی "آساں"۔ نہ ہو! یہ رشک کیا کم ہے؟
نہ دی ہوتی خدایا! آرزوئے دوست "دشمن" کو
نہ نکلا آنکھ سے تیری اِک آنسو "اُس جراحت" پر
کیا سینے میں جس نے "خوں چکاں مژگانِ سوزن" کو
خدا شرمائے! ہاتھوں کو! کہ رکھتے ہیں "کشاکش" میں
کبھی "میرے گریباں" کو! کبھی "جاناں کے دامن" کو!
ابھی ہم "قتل گہ" کا دیکھنا "آساں" سمجھتے ہیں

کرم = ک + رم

نہیں دیکھا اشنا ورِ "جوئے خوں" میں تیرے "توسن" کو
ہُوا چرچا جو میرے پاؤں کی "زنجیر" بننے کا
کِیا بیتاب کان میں "جنبشِ جوہر" نے "آہن" کو
خوشی کیا؟ کھیت پر میرے اگر سَو بار "ابر" آوے
سمجھتا ہُوں! کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے "برق" "خرمن" کو
"وفاداری" بہ "شرطِ استواری" "اصلِ ایمان" ہے
"مرے" "بُت خانہ" میں۔ تو "کعبہ" میں گاڑو "برہمن" کو
شہادت تھی "میری قسمت" میں، جو دی تھی یہ "خو" مُجھ کو
جہاں تلوار کو دیکھا! جُھکا دیتا تھا "گردن" کو
نہ لُٹتا دِن کو۔ تو "کب" رات کو؟۔ یُوں بے خبر سوتا!
رہا کھٹکا نہ چوری کا "دعا" دیتا ہوں "رہزن" کو
"سخن" کیا کہہ نہیں سکتے؟ کہ "جویاں" ہوں "جواہر" کے!
"جگر" کیا ہم نہیں رکھتے؟ کہ کھودیں جاکے "معدن" کو
میرے "شاہِ سلیمان جاہ" سے "نسبت" نہیں غالبؔ!
فریدون۔ و۔ جم۔ و۔ کے خسرو۔ و۔ داراب و بہمن کو

"حسد" سے دِل اگر "افسردہ" ہے "گرم تماشا" ہو!
کہ "چشمِ تنگ" (شاید "کثرتِ نظارہ" سے) "وا" ہو!
"بہ قدرِ حسرتِ دِل" چاہیئے! ذوقِ معاصی بھی
بھروں "یک گوشۂ دامن" "گر" "آبِ ہفت دریا" ہو

اگر وہ سروِ قد گرمِ خرامِ "ناز" آ جاوے
کفِ ہر خاکِ گلشن "شکلِ قمری" نالہ فرسا ہو

گئی وہ بات کہ "ہو گفتگو" تو کیوں کر ہو؟
کہے سے کچھ نہ "ہوا" پھر کہو تو "کیوں کر ہو؟"

"ہمارے ذہن میں" اِس "فکر" کا ہے نام "وصال"
کہ گر نہ ہو تو کہاں جائیں؟ ہو تو کیوں کر ہو؟

"ادب" ہے اور یہی "کشمکش"! تو کیا کیجے؟
"حیا" ہے اور یہی "گومگو"! تو کیوں کر ہو؟

تمہیں کہو! کہ گزارہ "صنم پرستوں" کا
بتوں کی ہو اگر ایسی ہی "خو" تو کیوں کر ہو؟

اُلجھتے ہو تُم، اگر دیکھتے ہو "آئینہ"
جو تُم سے "شہر میں ہوں" ایک دو تو کیوں کر ہو؟

جسے نصیب ہو "روزِ سیاہ" میرا سا
وہ شخص دِن نہ کہے رات کو، تو کیوں کر ہو؟

ہمیں پھر اُن سے اُمید، اور اُنہیں ہماری قدر!
ہماری بات ہی پُوچھیں نہ وہ۔ تو کیوں کر ہو؟

غلط نہ تھا، ہمیں خط پر گُماں تسلّی کا!
نہ مانے "دیدۂ دیدار جو" تو کیوں کر ہو؟

بتاؤ! اُس مژہ کو دیکھ کر ہو مجھ کو قرار!

"یہ نیش" ہو رگِ جاں میں فرو" تو کیوں کر ہو؟
مجھے جنوں نہیں **غالبؔ** !! ولے "بہ قولِ حضورؔ"[1]
"فراقِ یار میں تسکین" ہو تو، کیوں کر ہو؟

کسی کو دے کے دِل "کوئی" "نوا سنجِ فغاں" کیوں ہو؟
نہ ہو جب دِل ہی سینے میں، تو پھر "مُنہ" میں "زباں" کیوں ہو؟
وہ اپنی خُو نہ چھوڑیں گے، "ہم اپنی وضع" کیوں چھوڑیں؟
"سبک سر" بن کے کیا پوچھیں؟ کہ ہم سے "سرگراں" کیوں ہو؟
کیا غمخوار نے رُسوا لگے آگ اس محبت کو!
نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا "راز داں" کیوں ہو؟
وفا کیسی؟ کہاں کا عشق؟ جب "سر پھوڑنا" ٹھہرا!!
تو پھر اے! سنگ دل!! تیرا ہی "سنگِ آستاں" کیوں ہو؟
قفس میں، مجھ سے "رودادِ چمن" کہتے نہ ڈر۔ "ہمدم"
گری ہے جس پہ کل "بجلی" وہ میرا "آشیاں" کیوں ہو؟
"یہ کہہ سکتے ہو! ہم دل میں نہیں ہیں" پر "یہ بتلاؤ!
کہ جب دِل میں، "تمہیں تم ہو" "تو آنکھوں سے نہاں" کیوں ہو؟
غلط ہے "جذبِ دل کا شکوہ"۔ دیکھو! جرم کس کا ہے؟
نہ کھینچو گر تم اپنے کو "کشاکش" درمیاں" کیوں ہو؟
یہ "فتنہ" آدمی کی خانہ ویرانی" کو کیا کم ہے؟
ہوئے تم "دوست" جس کے "دشمن" اس کا "آسماں" کیوں ہو؟

[1] شاہ ظفر ہے

یہی ہے آزمانا، تو ستانا کس کو کہتے ہیں؟
عدو کے ہو لئے جب تم، تو "میرا امتحاں" کیوں ہو؟
کہا تم نے، کہ کیوں ہو؟ غیر کے ملنے میں رسوائی!
بجا کہتے ہو! سچ کہتے ہو! پھر کہیو! کہ "ہاں!! کیوں ہو"؟
نکالا چاہتا ہے "کام" کیا؟ "طعنوں" سے تو غالب!!
ترے "بے مہر" کہنے سے۔ وہ تجھ پر "مہرباں" کیوں ہو؟

وارستہ اس سے ہیں، کہ محبت ہی کیوں نہ ہو!
کیجے ہمارے ساتھ، "عداوت" ہی کیوں نہ ہو!
چھوڑا نہ مجھ میں "ضعف" نے رنگ "اختلاط" کا
ہے دل پہ بار "نقشِ محبت" ہی کیوں نہ ہو!
ہے مجھکو "تجھ سے" "تذکرہ غیر" کا گلا!
ہر چند "بر سبیلِ شکایت" ہی کیوں نہ ہو!
پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں "ہر درد کی دوا"
یوں ہو تو چارۂ غمِ الفت ہی کیوں نہ ہو!
ڈالا نہ "بے کسی" نے "کسی" سے "معاملہ"
"اپنے سے کھینچتا ہوں" خجالت ہی کیوں نہ ہو!
ہے "آدمی" بجائے خود "ایک محشرِ خیال"
ہم "انجمن" سمجھتے ہیں، "خلوت" ہی کیوں نہ ہو!
"ہنگامۂ زبونیِ ہمت" ہے۔ "انفعال"

حاصل نہ کیجے "دہر" سے "عبرت" ہی کیوں نہ ہو!

"وارستگی" بہانۂ "بیگانگی" نہیں

اپنے سے کر[1]، نہ غیر سے "وحشت" ہی کیوں نہ ہو!

مٹتا ہے "فوتِ فرصتِ ہستی کا غم" کوئی؟

"عمرِ عزیز" "صرفِ عبادت" ہی کیوں نہ ہو

اُوس "فتنہ خو" کے در سے اب اُٹھتے نہیں اسد!

اِس میں "ہمارے سر پہ قیامت" ہی کیوں نہ ہو!

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر، جہاں "کوئی نہ ہو"!

"ہم سخن کوئی نہ ہو، اور ہم زباں۔ کوئی نہ ہو!

بے "در و دیوار سا ایک گھر" بنایا چاہیئے

کوئی ہم سایہ نہ ہو، اور پاسباں کوئی نہ ہو!

پڑیئے گر بیمار[2]، تو کوئی نہ ہو "تیمار دار"[3]

اور اگر مر جایئے، تو "نوحہ خواں" کوئی نہ ہو!

"واں" اُس کو ہولِ دل ہے تو "یاں" میں ہوں شرمسار

یعنی! یہ میری "آہ کی تاثیر" سے نہ ہو

"اپنے کو دیکھتا نہیں "ذوقِ ستم" تو دیکھ!!

آئینہ تاکہ[4] "دیدۂ نخچیر" سے نہ ہو

---

[1] گر = کر [2] بیمار دار [3] تیمار دار [4] "تا کہ" = معنے "تا وقتیکہ"

دھوتا ہوں جب میں پینے کو، اُس "سیم تن" کے پانو
رکھتا ہے ضد سے، کھینچ کے باہر "لگن" کے پانو

دی سادگی سے جان، پڑوں "کوہ کن" کے پانو
ہیہات! کیوں نہ ٹوٹ گئے!؟ "پیر زن" کے پانو!

بھاگے تھے ہم بہت، سو اُسی کی سزا ہے یہ!
ہو کر "اسیر" دابتے ہیں "راہ زن" کے پانو

مرہم کی جستجو میں پھرا ہوں جو "دُور دُور"
تن سے سوا "فگار" ہیں۔ اِس "خستہ تن" کے پانو

اللہ رے! "ذوقِ دشت نوردی" کہ بعدِ مرگ
ہلتے ہیں "خود بہ خود" مرے (اندر کفن کے) پانو

ہے جوشِ گل "بہار" میں یاں تک! کہ، ہر طرف
اُڑتے ہوئے اُلجھتے ہیں، "مرغِ چمن" کے پانو

شب کو "کسی کے خواب میں" آیا نہ ہو کہیں؟
دُکھتے ہیں آج اُس "بُتِ نازک بدن" کے پانو

غالبؔ! مرے کلام میں کیوں کر مزا نہ ہو؟
پیتا ہوں دھو کے "خسروِ شیریں سخن" کے پانو

غزل

تُم جانو! تم کو غیر سے جو "رسم و راہ" ہو!
مجھ کو بھی پُوچھتے رہو۔ تو کیا؟ "گُناہ" ہو!

بچتے نہیں "مواخذۂ روزِ حشر" سے
"قاتل" اگر "رقیب" ہے۔ تو تم "گواہ" ہو!
کیا وہ بھی؟ "بے گنہ کُش" و "حق ناشناس" ہیں!
مانا!! کہ تُم بشر نہیں "خورشید و ماہ" ہو
اُبھرا ہُوا "نقاب" میں ہے اُن کے "ایک تار
مرتا ہُوں مَیں! کہ "یہ" نہ کسی کی نگاہ ہو!
جب "مے کدہ" چھُٹا۔ تو پھر اَب کیا؟ جگہ کی قید!
"مسجد" ہو "مدرسہ" ہو کوئی "خانقاہ" ہو!
سُنتے ہیں جو "بہشت کی تعریف" سب درست!
لیکن "خدا کرے"! وہ ترا[1] جلوہ گاہ ہو
غالبؔ بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں
دُنیا ہو یا رب اور مرا بادشاہ ہو

قطعہ

"اِفطارِ صوم" کی کچھ اگر "دستگاہ" ہو
اُس شخص کو ضرور ہے "روزہ" رکھا کرے!
جس پاس "روزہ کھول کے" کھانے کو کچھ نہ ہو
روزہ اگر نہ کھائے۔ تو "ناچار" کیا کرے؟

[1] تری

فرد

از مہر تا بہ ذرّہ "دِل - و - دِل ہے آئینہ
"طوطی" کو شش جہت" سے مقابِل ہے آئینہ

فرد

پھر اِس انداز" سے "بہار" آئی!
کہ ہوئے "مہر و مہ" تماشائی

قطعہ

دیکھو! اے!! ساکنانِ خِطّۂ خاک!
اِس کو کہتے ہیں!! عالم آرائی!
کہ زمیں ہو گئی ہے "سر تا سر"
رُو کشِ سطحِ چرخ مینائی
سبزے کو "جب کہیں" جگہ نہ ملی
"بَن گیا رُوئے آب پر" کائی"
"سبزہ و گُل" کے دیکھنے کے لئے
چشمِ نرگس" کو دِی ہے "بینائی"
ہے ہوا میں "شراب کی تاثیر"

بادہ نوشی ہے، "بادپیمائی"
کیوں نہ؟ دُنیا کو ہو، خُوشی غالبؔ!!
"شاہِ دیں دار" نے شِفا پائی!

"دِل" سے تیری "نگاہِ جگر" تک اُوتر گئی!
دونو کو ایک "ادا" میں "رضامند" کرگئی!
شق ہوگیا ہے سینہ "خوشا! لذّتِ فراغ!!
"تکلیفِ پردہ داریِ زخمِ جگر" گئی
"وہ" بادۂ شبانہ کی سر مستیاں کہاں؟
اُٹھیئے! بس اب! کہ "لذّتِ خوابِ سحر" گئی!!
اُڑتی پھرے ہے خاک میری "کُوئے یار" میں
بارے!! اب۔ اے ہوا! "ہوسِ بال و پر" گئی
دیکھو! تو! "دل فریبیِ اندازِ نقشِ پا"
"موجِ خرامِ یار" بھی کیا! "گُل کتر گئی"!!
"ہر بُو الہوس" نے "حُسن پرستی شعار" کی!
اب "آبروئے شیوۂ اہلِ نظر" گئی!
"نظّارے" نے بھی کام کیا، واں نِقاب کا
"مستی" سے ہر نگہ "ترے رُخ" پر بکھر گئی!
"فردا۔ و۔ دی" کا تفرقہ "یک بار" مِٹ گیا!
کل تم گئے "کہ ہم پہ" قیامت گذر گئی!

مار ازمانے نے "اسد اللہ خاں"!! تمہیں
وہ "ولولے"! کہاں؟ وہ جوانی! کدھر گئی؟

"ابنِ مریم" ہُوا کرے! کوئی؟! — "میرے دُکھ کی دوا، کرے! کوئی؟"
شرع۔ و۔ آئین پر "مدار" سہی! — "ایسے قاتل" کا کیا کرے؟! کوئی
چال جیسے "کڑی کمان کا تیر" — دِل میں ایسے کے جا کرے، کوئی
بات پر واں، "زبان" کٹتی ہے! — وہ کہیں۔ اور سُنا کرے "کوئی"!
بک رہا ہوں، جنوں میں کیا کیا کچھ!! — کچھ نہ سمجھے، خدا کرے!! "کوئی"!
نہ سنو! گر، بُرا کہے، کوئی — نہ کہو! گر، بُرا کرے، کوئی
روک لو! گر، غلط چلے، کوئی — بخش دو! گر، خطا کرے، کوئی
کون ہے؟ جو نہیں ہے "حاجت مند" — کس کی؟ حاجت روا کرے کوئی؟
کیا کیا؟ خضر نے سِکندر سے!! — اب کِسے؟ "رہنما" کرے، کوئی!

جب توقع ہی اُٹھ گئی۔ غالب!!
کیوں کسی کا؟ گِلہ کرے، کوئی!

جب تک "دہانِ زخم" نہ پیدا کرے۔ کوئی
مشکل، کہ تجھ سے "راہِ سخن" وا کرے۔ کوئی

عالم "غبارِ وحشتِ مجنوں" ہے "سر بسر"
کب تک؟ "خیالِ طرۂ لیلیٰ" کرے کوئی!

"افسردگی" نہیں۔ طرب انشائے اِلتفات!
ہاں!! "درد" بن کے دل میں۔ مگر جا کرے۔ کوئی

رونے سے اے ندیم!! ملامت نہ کر مجھے
آخر کبھی تو۔ عقدۂ دل" وا۔ کرے کوئی!!

"چاکِ جگر" سے، جب "رہِ پرسش" نہ وا ہوئی
کیا؟ فائدہ!! کہ "جیب" کو رسوا کرے۔ کوئی!

"لختِ جگر" سے ہے رگِ ہر خار، شاخِ گل"
تا چند؟ "باغبانیِ صحرا" کرے کوئی!

"ناکامیِ نگاہ" ہے۔ برقِ نظارہ سوز
تو وہ نہیں! کہ تجھکو، تماشا۔ کرے کوئی!

ہر سنگ۔ و۔ خشت ہے "صدفِ گوہرِ شکست"
نقصان نہیں۔ جنوں سے، جو سودا کرے کوئی!

"سر بر" ہوئی نہ "وعدۂ صبر آزما" سے عمر
فرصت کہاں؟ کہ "تیری تمنا" کرے کوئی!

ہے "وحشتِ طبیعتِ ایجاد" یاس خیز!
"یہ درد" وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی!

بیکاریِ جنون، کو ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہات ٹوٹ جائیں، تو پھر۔ کیا کرے کوئی؟

"حسنِ فروغِ شمع۔ سخن" دور ہے۔ اسدؔ!!
پہلے "دلِ گداختہ" پیدا کرے کوئی!

"بساطِ عجز" میں تھا" ایک دِل" یک قطرہ خوں" وہ بھی
سو۔ رہتا ہے۔ با اندازِ چکیدن" سرنگوں" وہ بھی

رہے اُس شوخ سے آزردہ ہم۔ "چندے" تکلّف سے
"تکلّف بر طرف" تھا ایک" اندازِ جنوں" وہ بھی

خیالِ مرگ" کب؟ تسکین" دلِ آزردہ" کو بخشے
میرے دامِ تمنّا میں ہے" ایک صیدِ زبوں" وہ بھی

نہ کرتا کاش! نالہ۔ مجکو کیا معلوم تھا؟ ہمدم!
کہ ہوگا" باعثِ افزائشِ دردِ دروں" وہ بھی

نہ اِتنا" بُرّشِ تیغِ جفا" پر ناز فرماؤ
میرے" دریائے بے تابی" میں ہے ایک موجِ خوں" وہ بھی

"مئے عشرت" کی خواہش" ساقیِ گردوں" سے کیا؟ کیجیے!!
لئے بیٹھا ہے۔ ایک" دو چار جامِ واژگوں" وہ بھی!

میرے دل میں ہے غالب!" شوقِ وصل" و شکوۂ ہجراں"
خدا وہ دن کرے! جو اُس سے میں یہ بھی کہوں" "وہ بھی"

کوئی اُمیّد بر نہیں آتی! ۔۔۔ کوئی صورت، نظر نہیں آتی!
موت کا ایک دن معیّن ہے ۔۔۔ نیند کیوں؟ رات بھر نہیں آتی!
آگے آتی تھی، حالِ دل پہ ہنسی ۔۔۔ اب۔ کسی بات پر۔ نہیں آتی
جانتا ہوں" ثوابِ طاعت و زہد" ۔۔۔ پر۔ "طبیعت" اِدھر نہیں آتی
ہے کچھ" ایسی ہی بات" جو چُپ ہوں ۔۔۔ ورنہ۔ کیا؟ بات کر نہیں آتی!

کیوں نہ چیخوں؟ کہ یاد کرتے ہیں
"میری آواز" گر۔ نہیں آتی
"داغِ دل" گر۔ نظر نہیں آتا
بُو بھی اے چارہ گر نہیں آتی؟
ہم وہاں ہیں! "جہاں" سے ہم کو بھی
کچھ ہماری "خبر" نہیں آتی
مرتے ہیں آرزو میں۔ مرنے کی
موت آتی ہے "۔ پر" نہیں آتی!
کعبے کس مُنہ سے جاؤ گے! غالب!!
"شرم" تم کو مگر نہیں آتی! ؟

قطعہ

نہ پُوچھ اِس کی حقیقت "حضور والا" نے
مجھے جو بھیجی ہے "بیسن کی روغنی روٹی"
نہ کھاتے گیہوں!! نکلتے نہ خُلد سے باہر
جو کھاتے حضرتِ آدم۔ یہ بیسنی روٹی
کب وہ سُنتا ہے؟ کہانی میری!
اور پھر وہ بھی زبانی" میری!!
"خلش غمزۂ خون ریز" نہ پوچھ!!
دیکھ! خُوں نابہ فشانی" میری!!
کیا بیاں کر کے میرا روئیں گے یار؟
مگر! "آشفتہ بیانی" میری!
ہوں "ز خود رفتۂ بیدائے خیال"

بھول جانا ہے۔ "نشانی" میری!

"متقابل" ہے۔ "مقابل" میرا

رُک گیا۔ دیکھ!! "روانی" میری!

"قدرِ سنگِ سرِرہ" رکھتا ہوں

سخت ارزاں ہے، "گرانی" میری

"گردِ بادِ رہِ بے تابی" ہے میری

"صرصرِ شوق ہے" "بانی" میری

"دہن" اُس کا جو "نہ" معلوم ہوا

کھل گئی۔ "ہیچ مدانی" میری

کر دیا ضعف نے عاجز غالبؔ!!

"ننگِ پیری" ہے، "جوانی" میری

روندی ہوئی ہے "کوکبۂ شہریار" کی

اترائے کیوں نہ خاک؟ "سرِرہ گزار" کی!

جب اس کے دیکھنے کے لئے آئیں "بادشاہ"

لوگوں میں کیوں نمود نہ ہو؟ "لالہ زار" کی

بھوکے نہیں ہیں سیرِ گلستاں کے "ہم"۔ ولے!

کیوں کر نہ کھائیے؟ کہ ہوا ہے "بہار" کی

نکوہش ہے سزا "فریادیِ بے دادِ دل بر" کی

مُبادا!! خندہ دنداں نُما" ہو "صُبح - محشر" کی
"رگ لیلیٰ" کو - خاکِ دشتِ مجنوں "- ریشگی" بخشے
اگر - بو - دے بجائے دانہ - "دہقاں" نوک نشتر" کی
پرِ پروانہ "شاید" بادبان کشتئ مے - تھا
ہوئی - مجلس کی گرمی سے - روانی، دورِ ساغر" کی
کروں - بے دادِ ذوقِ پر فشانی عرض" کیا قدرت؟
کہ طاقت اُڑ گئی، اُڑنے سے پہلے "میرے شہپر" کی
کہاں تک روؤں؟ اُس کے خیمے کے پیچھے قیامت" ہے
میری قسمت میں یارب!! کیا نہ تھی؟ دیوار" پتھر" کی !!
منظور تھی "بہ شکل" - (تجلی کو) نور - کی
قِسمت کھلی (تیرے - قد - و - رخ) سے ظہور کی
اِک "خوں چکاں کفن" میں - کروڑوں بناؤ" ہیں
پڑتی ہے آنکھ - تیرے شہیدوں پہ "حور" کی
واعظ!! نہ تم پیو - نہ کسی کو - پلا سکو!!
کیا بات ہے!! تمہاری "شرابِ طہور" کی!
لڑتا ہے مجھ سے "حشر" میں قاتل - کہ کیوں اٹھا؟
گویا ابھی سُنی نہیں - آوازِ صُور
آمد بہار کی ہے - جو بلبل ہے - "نغمہ سنج"
اُڑتی سی اِک خبر ہے - زبانی طیور کی

گو۔ واں نہیں۔ پہ "واں" کے "نکالے ہوئے" تو ہیں
کعبے سے اِن "بتوں" کو بھی نسبت ہے۔ دُور کی

کیا فرض ہے ؟ کہ سب کو ملے "ایک سا۔جواب"
آؤ۔ نہ !! ہم بھی سیر کریں "کوہ طور" کی

گرمی سہی "کلام ہیں"۔ لیکن نہ اِس قدر!
کی جس سے بات۔ اُس نے شکایت ضرور کی

غالب !! اگر اس سفر ہیں۔ مجھے ساتھ لے چلیں
حج کا ثواب"۔ نذر کروں گا "حضور" کی

فرد

سیاہی جیسے گر جاوے "دم تحریر" کاغذ پر
میری قسمت میں یوں تصویر ہے "شب ہائے ہجراں" کی

جس زخم کی۔ ہو سکتی ہو۔ تدبیر "رفو" کی
لکھ دیجیو! یا رب !! اُسے قسمت میں عُدد کی

اچھا ہے "سر انگشتِ حنائی کا تصوّر"
دل میں نظر آتی تو ہے "ایک بوند لہو" کی!

کیوں ڈرتے ہو ؟ عشاق کی بے حوصلگی سے
یاں تو۔ کوئی سُنتا نہیں، فریاد "کسو" کی!!

علہ: بیجاں

صد حیف! وہ ناکام!! کہ "اِک عمر" سے غالبؔ!
حسرت میں رہے۔ "ایک بُتِ عربدہ جُو" کی
دشنے نے کبھی مُنہ نہ لگایا ہو۔ جگر کو
خنجر نے کبھی بات نہ پُوچھی ہو۔ گلو۔ کی

جُنوں!! "تہمت کشِ تسکیں" نہ ہو۔ گر "شادمانی" کی
"نمک پاشِ خراشِ دل" ہے "لذّتِ زندگانی" کی
"کشاکش ہائے ہستی" سے۔ کرے کیا؟ "سعیِ آزادی"؟
ہُوئی "زنجیرِ موجِ آب" کو، فرصت روانی۔ کی
پس از مُردن بھی دیوانہ۔ "زیارت گاہِ طفلاں" ہے
شرارِ سنگ نے۔ تربت پہ میری "گُل فشانی" کی

غمِ دُنیا سے گر۔ پائی بھی فرصت سر اُٹھانے کی
فلک کا دیکھنا "تقریب" تیرے یاد آنے کی
کُھلے گا کس طرح؟ مضموں "میرے مکتوب" کا یارب!
قسم کھائی ہے اُس کافر نے۔ کاغذ کے جلانے کی
لپٹنا "پرنیاں" میں "شعلۂ آتش" کا آساں ہے
ولے مشکل ہے "حکمت"۔ دِل میں سوزِ غم چُھپانے کی

---

۱ = عربدہ خو ۲ عربدہ جو۔ ۳ ۱ مونہہ = ۳ ۲ مُنہ
۴ ۱ موجودہ ترتیب ۴ ۲ مقدم ۵ ۱ موخر+

اُونہیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اُٹھے تھے سیرِ گُل کو۔ دیکھنا! شوخی۔ بہانے کی
ہماری سادگی تھی۔ "اِلتفاتِ ناز" پر "مرنا"
ترا آنا نہ تھا۔ ظالمِ۔ مگر۔ تمہید "جانے کی"
لگد کوبِ حوادِث کا تحمُّل کر نہیں سکتی
میری طاقت۔ کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اُٹھانے کی
کہوں کیا؟ خوبیِ اَوضاعِ ابنائے زماں! غالب!!
"بدی" کی اُس نے، جس سے ہم نے کی تھی، بارہا "نیکی"
حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ! اے! آرزو خرامی!!
دِل "جوشِ گریہ" میں ہے، ڈُوبی ہُوئی اسامی
اُس شمع کی طرح سے، جس کو کوئی بجھادے
"مَیں بھی" جلے ہوؤں میں "ہُوں داغ ناتمامی"

ولہ

جو نہ "نقدِ داغِ دل" کی۔ کرے شُعلہ "پاسبانی"
تو۔ فسُردگی نہاں ہے، بہ "کمینِ بے زبانی"
مجھے اُس سے کیا توقُّع؟ بہ زمانۂ جوانی
کبھی کودکی ہیں جس نے، نہ سُنی میری کہانی!
یُوں ہی دُکھ کِسی کو دینا۔ نہیں خوب! ورنہ کہتا
کہ میرے عُدو۔ کو۔ یارب!! مِلے میری زِندگانی

رباعی

دِل تھا۔ کہ جو "جان دردِ تمہید" سہی
بے تابیِ رشک و حسرتِ دید۔ سہی
ہم اور فسُردن[1]! اے تجلّی!! افسوس!!
تکرار۔ رَوا نہیں!۔ تو۔ "تجدید" سہی

عِشق مُجکو نہیں۔ "وحشت" ہی سہی!
میری "وحشت" تیری "شہرت" ہی سہی
قطع کیجے نہ۔ "تعلّق" ہم سے
کچھُ نہیں ہے۔ تو "عداوت" ہی سہی

میرے ہونے میں ہے کیا رُسوائی؟
اے! وہ "مجلس" نہیں "خلوت" ہی سہی!
ہم بھی۔ دُشمن تو نہیں ہیں۔ اپنے
غیر کو تجھُ سے محبّت۔ ہی سہی

اپنی ہستی ہی سے ہو۔ جو کچھُ ہو"
آگہی۔ گر۔ نہیں، غفلت ہی سہی
عُمر۔ ہر چند کہ ہے برقِ خرام"
دِل کے خوُن کرنے کی فرصت ہی سہی!!

---

[1] نسردن ع[2] فشردن

ہم - کوئی ترکِ وفا - کرتے ہیں؟
نہ سہی عشق! مُصیبت ہی سہی!!
کچھ تو دے اے! فلکِ ناانصاف!!
"آہ و فریاد کی رُخصت" ہی سہی!
ہم بھی تسلیم کی خُو - ڈالیں گے
"بے نیازی" تیری عادت ہی سہی
یار سے چھیڑ - چلی جائے اسدؔ
گر نہیں وصل - تو حسرت ہی سہی

نہ ہوئی اگر - میرے مرنے سے "تسلّی" نہ سہی!
امتحان اور بھی باقی ہو - تو یہ بھی نہ سہی!
خار - "خارِ الَمِ حسرتِ دیدار" تو ہے
شوقِ گل چینِ گلستانِ "تسلّی" نہ سہی!
مے پرستاں! اُخمِ مے مُنہ سے لگائے ہی "بنی"!
ایک دِن گر نہ ہُوا - بزم میں ساقی - نہ سہی!
"نفسِ قیس" اگر ہے چشم و چراغِ صحرا!"
گر نہیں، "شمعِ سیہ خانۂ لیلیٰ" نہ سہی!
ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے - گھر کی رونق
"نوحۂ غم ہی سہی! نغمۂ شادی" نہ سہی!

ع لے موہنہ ۲ مُنہ

نہ ستائش کی تمنّا! نہ صِلے کی پروا!
گر نہیں ہیں۔ مرے اشعار میں معنی نہ سہی!
عِشرتِ صحبتِ خُوباں ہی۔ غنیمت سمجھو!
نہ ہُوئی غالبؔ! اگر عُمرِ طبیعی۔ نہ سہی

کہتے تو ہو تُم سب! کہ بُتِ غالیہ مُو آئے!
اک مرتبہ گھبرا کے کہو! کوئی۔ کہ "وہ" آئے!
ہُوں کشمکشِ نزع میں ہاں! جذبِ محبّت!
کچھ کہہ نہ سکوں۔ پر "وہ" مرے پُوچھنے کو آئے
ہے صاعِقہ و۔ شعلہ و۔ سیماب کا عالَم
آنا ہی، سمجھ میں مری آتا نہیں۔ گو۔ آئے
ظاہر ہے! کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے نکیرین
ہاں! مُنہ سے مگر "بادۂ دوشینہ" کی بو۔ آئے
جلّاد سے ڈرتے ہیں نہ۔ واعِظ سے جھگڑتے
ہم سمجھے ہُوئے ہیں "اُسے" جس بھیس میں "جو" آئے
ہاں! اہلِ طلب! کون سُنے "طعنۂ نایافت"
دیکھا کہ، وہ ملتا نہیں۔ اپنے ہی کو۔ کھو۔ آئے
اپنا نہیں وہ شیوہ۔ کہ آرام سے بیٹھیں
اُس در پہ نہیں "بار" تو کعبے ہی کو۔ ہو۔ آئے
کی "ہم نفسوں" نے اثرِ گریہ میں۔ تقریر

اچھے رہے۔ آپ" اُس سے"۔ مگر مجھ کو ڈبو۔ آئے

اُس "انجمن ناز" کی کیا بات ہے! غالبؔ!!
ہم بھی گئے واں۔ اور تیری تقدیر کو رو۔ آئے

خطر ہے "رشتۂ الفت" رگِ گردن۔ نہ ہو جائے!
غرورِ دوستی، آفت ہے، تُو دشمن نہ ہو جائے!
سمجھ اِس فصل میں کوتاہیٔ نشو و نما غالبؔ!
اگر۔ گُل، سرو کے قامت پہ پیراہن نہ ہو جائے

کلکتہ

چمن سرمایہ کردن گفتار بستایش کلکتہ کہ اگر فردوس نتواں گفت ارم است البتہ

"کلکتہ" کا جو ذِکر کیا تُو نے۔ ہم نشین!!
اِک تیر۔ میرے سینہ میں مارا۔ کہ ہائے ہائے!!
"وہ" سبزہ زار ہائے مطرا! کہ۔ ہے غضب!
"وہ" نازنین بتانِ خود آرا! کہ۔ ہائے ہائے!!
"صبر آزما وہ" اُن کی نگاہیں! کہ۔ حف نظر!!
"طاقت رُبا" وہ اون کا اِشارا! کہ۔ ہائے ہائے!!
وہ۔ میوہ ہائے تازہ۔ و۔ شیریں! کہ۔ واہ واہ!!
وہ۔ بادہ ہائے۔ ناب وگوارا! کہ۔ ہائے ہائے!!

دردسے میرے ہے۔ تجکو۔! بیقراری ۔ ہائے ہائے!!
کیا ہوئی؟ ظالم! تیری غفلت شعاری! ہائے ہائے!!
تیرے دل میں گر نہ تھا۔ آشوبِ غم کا حوصلہ
تو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری؟ ہائے ہائے!!
کیوں میری غمخوارگی کا تجکو آیا تھا۔ خیال؟
دشمنی اپنی تھی میری "دوست داری" ہائے ہائے!
عمر بھر کا تو نے "پیمانِ وفا" باندھا۔ تو کیا؟
عمر کو بھی تو نہیں ہے "پائے داری" ہائے ہائے!!
زہر لگتی ہے مجھے "آب و ہوائے زندگی"
یعنی! تجسے تھی اسے "ناساز گاری" ہائے ہائے!
"گل فشانی ہائے نازِ جلوہ" کو کیا ہو گیا؟
خاک پر ہوتی ہے تیری "لالہ کاری" ہائے ہائے!!
شرمِ رسوائی سے جا چھپنا۔ "نقابِ خاک" میں
ختم ہے الفت کی تجھ پر "پردہ داری" ہائے ہائے!!
خاک میں "ناموسِ پیمانِ محبت" مل گئی!
اٹھ گئی دنیا سے "راہ و رسمِ یاری" ہائے ہائے!!
ہاتھ ہی "تیغ آزما" کا کام سے جاتا رہا
دل پہ ایک لگنے نہ پایا۔ "زخمِ کاری" ہائے ہائے!!
کس طرح کاٹے کوئی؟ "شب ہائے تارِ برشگال"

ہے نظر "خو کردۂ اختر شماری" ہائے ہائے!!

"گوش مہجورِ پیام" و "چشم محرومِ جمال"
اک دل تس پر یہ "نا امیدواری" ہائے ہائے!!

عشق نے پکڑا نہ تھا۔ غالبؔ! ابھی وحشت کا رنگ
رہ گیا۔ تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہائے ہائے!

بے اعتدالیوں سے "سُبک" سب میں ہم ہوئے
"جتنے زیادہ ہو گئے۔ اُتنے ہی کم" ہوئے

پنہاں تھا "دام سخت" قریب آشیان کے
اُڑنے نہ پائے تھے۔ کہ گرفتار ہم ہوئے!

"ہستی" ہماری۔ اپنی "فنا" پر دلیل ہے
یاں تک مٹے۔ کہ "آپ ہی اپنی قسم" ہوئے

"سختی کشانِ عشق" کی پوچھے ہے کیا خبر؟
وہ لوگ رفتہ رفتہ "سراپا الم" ہوئے

"تیری وفا" سے کیا ہو تلافی؟ کہ "دہر" میں
تیرے سوا بھی۔ ہم پہ بہت سے ستم ہوئے

لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خوں چکاں!
ہر چند۔ اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے!

اللہ رے! تیری تندیٔ خو، جس کے بیم سے
اجزائے نالہ دل میں میرے "رزقِ ہم" ہوئے

اہلِ ہوس کی فتح ہے "ترکِ نبردِ عشق"
جو پاؤں اُٹھ گئے۔ وہی اُون کے علم ہوئے

نالے عدم میں "چند" ہمارے سپرد تھے
جو واں نہ کھچ سکے۔ سو وہ یہاں آ کے دم ہوئے

چھوڑی اسدؔ! نہ ہم نے گدائی میں دل لگی
سائل ہوئے تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے

قطعہ

سہل تھا مسہل۔ ولے یہ سخت مشکل آ پڑی
مجھ پہ کیا گزرے گی؟ اِتنے روز حاضر بِن ہوئے!!

تین دن مسہل سے "پہلے" تین دِن مسہل کے "بعد"
تین مسہل۔ تین تبریدیں! "یہ سب" کے دِن ہوئے؟

مدّت ہوئی ہے۔ یار کو "مہمان" کئے ہوئے
جوشِ قدح سے "بزمِ چراغاں" کئے ہوئے

کرتا ہوں جمع پھر۔ جگرِ لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے۔ "دعوتِ مژگاں" کئے ہوئے

پھر۔ وضعِ احتیاط سے رُکنے لگا ہے۔ دم
برسوں ہوئے ہیں۔ "چاک گریباں" کئے ہوئے

پھر، گرم نالہ ہائے شرربار ہے "نفس"
مدّت ہوئی ہے "سیرِ چراغاں" کئے ہوئے

پھر "پرسشِ جراحتِ دل" کو چلا ہے عشق!
سامانِ صد ہزار "نمکداں" کئے ہوئے

پھر "بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں" بہ خونِ دل
"سازِ چمن طرازیِ داماں" کئے ہوئے

"باہم دگر ہوئے ہیں" دل و دیدہ پھر رقیب
"نظارہ و خیال" کا ساماں کئے ہوئے

دل، پھر "طوافِ کوئے ملامت" کو جائے ہے
"پندار" کا صنم کدہ "ویراں" کئے ہوئے

پھر شوق کر رہا ہے "خریدار" کی طلب
عرضِ متاعِ عقل و دل و جاں کئے ہوئے

دوڑے ہے۔ پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال
صد گلستاں "نگاہ کا ساماں" کئے ہوئے

پھر چاہتا ہوں "نامۂ دلدار" کھولنا
جاں "نذرِ دل فریبیِ عنواں" کئے ہوئے!

مانگے ہے پھر کسو کو "لبِ بام" پر "ہوس"
زلفِ سیاہ "رخ پہ پریشاں" کئے ہوئے!

چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں! "آرزو"

سُرمہ سے تیزؔ "دشنۂ مژگاں" کئے ہُوئے
اِک "نو بہارِ ناز" کو تاکے ہے پھر "نگاہ"
"چہرہ"۔ فرُوغِ مے سے۔ گلستاں کئے ہُوئے
پھر جی میں ہے۔ کہ۔ در پہ کسو کے پڑے رہیں
سر "زیرِ بارِ منّتِ درباں"۔ کئے ہُوئے
جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فُرصت۔ کہ "رات دن"
"بیٹھے رہیں۔ تصوّرِ جاناں" کئے ہُوئے
غالبؔ! ہمیں نہ چھیڑ! کہ پھر "جوشِ اشک" سے
بیٹھے ہیں ہم! تہیّۂ طُوفاں! کئے ہُوئے
اُس بزم میں۔ مجھے نہیں بنتی۔ "حیا" کئے!
بیٹھا رہا۔ اگرچہ۔ اِشارے ہُوا کئے
دل ہی تو ہے "سیاستِ درباں" سے ڈر گیا!
"مَیں" اور جاؤں دَر سے ترے بِن صدا کئے!!
رکھتا پھروں ہُوں "خرقہ و سجّادہ رہنِ مے"
مُدّت ہُوئی ہے "دعوتِ آب و ہوا" کئے
بے صرفہ ہی گزرتی ہے۔ ہو۔ گرچہ "عمرِ خضرؔ"
حضرت بھی کل کہیں گے! کہ ہم۔ کیا کیا کئے؟
مقدُور ہو۔ تو۔ خاک سے پُوچھوں۔ کہ او لئیم!!
تُونے "وہ گنج ہائے گراں مایہ" کیا کئے؟

کس روز؟ تہمتیں نہ تراشا کئے عدو!
کِس دن؟ ہمارے سر پہ نہ آرے چلا گئے!

صُحبت میں غیر کی۔ نہ پڑی ہو کہیں یہ خُو!
دینے لگا ہے بوسے بغیر "اِلتجا" کئے!

ضِد کی ہے اور بات۔ مگر "خُو" بُری نہیں
بھُولے سے اُس نے سینکڑوں وعدے "وفا" کئے

غالبؔ! تمہیں کہو!! کہ ملے گا جواب کیا؟
مانا کہ! تم کہا کئے۔ اور "وہ" سُنا کئے

رونے سے۔ اور عشق میں۔ بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم اتنے! کہ بس پاک ہو گئے

صرفِ بہائے مے ہوئے "آلاتِ مے کشی"
تھے یہ ہی دو حساب سو۔ یُوں پاک ہو گئے

رُسوائے دہر گو ہوئے "آوارگی" سے تُم
بارے! طبیعتوں کے تو "چالاک" ہو گئے

کہتا ہے کون؟ نالۂ بُلبُل کو بے اثر!
پردے میں۔ گُل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

پُوچھے ہے کیا۔ وجود و عدم اہلِ شوق کا؟
آپ اپنی آگ کے "خس و خاشاک" ہو گئے!

کرنے گئے تھے، اُس سے تغافُل کا ہم گِلا

گِلا: گِلہ

"کی ایک ہی نگاہ" کہ بس! خاک ہو گئے

اِس رنگ سے اُٹھائی کل اُس نے "اسد کی نعش"
دُشمن بھی جس کو دیکھ کے "غمناک" ہو گئے!

کوہ کے ہُوں بارِ خاطر۔ گر "صدا" ہو جائیے
بے تکلّف اے! شرارِ جستہ! کیا ہو جائیے؟

"بیضہ آسا" تنگ۔ بال و پر ہے! یہ "کُنجِ قفس"
از سرِ نو۔ زندگی ہو۔ گر "رِہا" ہو جائیے

صد جلوہ "رُو بہ رُو" ہے۔ جو مژگاں اُٹھائیے
طاقت کہاں؟ کہ "دید کا احساں" اُٹھائیے

ہے سنگ پر۔ "براتِ معاشِ جنونِ عشق"
یعنی! ہنوز۔ "منّتِ طفلاں" اُٹھائیے

دِیوار "بارِ منّتِ مزدور" سے ہے خم!
اے! خانماں خراب! نہ احساں اُٹھائیے

یا۔ میرے زخمِ رشک کو رُسوا نہ کیجئے!
یا۔ "پردۂ تبسّمِ پنہاں" اُٹھائیے

نویدِ امن ہے "بے دادِ دوست" جان کے لئے
رہے نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کے لئے

بلا سے! گر مژۂ یار۔ تشنۂ خوں ہے

رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خوں فشاں کے لئے

وہ زندہ ہم ہیں! کہ ہیں رُوشناس خلق۔ اے خضر!
نہ تم ۔ کہ ۔ چور بنے ۔ عمرِ جاوداں کے لئے

رہا بلا میں بھی میں مبتلائے آفتِ رشک
بلائے جاں ہے ۔ ادا تیری ۔ اک جہاں کے لئے

فلک !! نہ دُور رکھ اُس سے ۔ مجھے ۔ کہ میں ہی نہیں
دراز دستیِ "قاتل" کے امتحاں کے لئے

مثال یہ میری کوشش کی ہے ۔ کہ "مرغِ اسیر"
کرے قفس میں فراہم خس ۔ آشیاں کے لئے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا ۔ میری جو شامت آئے
اُٹھا ۔ اور اُٹھ کے قدم ۔ میں نے پاسباں کے لئے

بہ قدرِ شوق نہیں "ظرفِ تنگنائے غزل"
کچھ اور چاہیئے وسعت ۔ میرے بیاں کے لئے

قطعہ

"دیا ہے خلق کو بھی ۔ تا ۔ اُسے نظر نہ لگے"
بنا ہے عیش ۔ "تجمل حسین خاں" کے لئے

زباں پہ بارِ خدایا! یہ کس کا نام آیا ؟
کہ میری نطق نے بوسے ۔ میری زباں کے لئے

"نصیرِ دولت و دیں" اور "معین ملت و ملک"
بنا ہے چرخِ بریں۔ جس کے آستاں کے لئے
زمانہ عہد میں اُس کے ہے۔ محوِ آرائش
بنیں گے اور ستارے۔ اب آسماں کے لئے
ورق تمام ہُوا۔ اور۔ مدح باقی ہے
سفینہ چاہیئے! اِس بحرِ بے کراں کے لئے
ادائے خاص۔ سے غالبؔ ہُوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے! "یارانِ نکتہ داں" کے لئے

رباعی

ہے خلق "حسد قماش لڑنے کے لئے
وحشت کدہ تلاش۔ لڑنے کے لئے
یعنی! ہر بار "صُورتِ کاغذِ باد"
ملتے ہیں یہ "بد معاش" لڑنے کے لئے

چاہیئے، اچھوں کو۔ جتنا چاہیئے
یہ اگر چاہیں۔ تو پھر کیا چاہیئے
صحبتِ رنداں، سے۔ واجب ہے حذر
جائے مے، اپنے کو "کھینچا" چاہیئے
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دِل؟

بارے! اب اس سے، بھی سمجھا چاہیئے

چاک مت کر جیب "بے ایامِ گل"
کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیئے

دوستی کا پردہ ہے، بیگانگی
مُنہ چھپانا ہم سے، چھوڑا چاہیئے

دُشمنی نے میری۔ کھویا غیر کو
کِس قدر دُشمن ہے؟ دیکھا چاہیئے!

اپنی، رسوائی میں۔ کیا چلتی ہے سعی!
یار ہی "ہنگامہ آرا" چاہیئے

منحصر مرنے پہ ہو، جس کی اُمید
نا اُمیدی اُس کی۔ دیکھا چاہیئے!

قطعہ

چاہتے ہیں "خوب رویوں" کو اسدؔ
آپ کی صورت، تو۔ دیکھا چاہیئے!

غافل! اِن مہ طلعتوں کے واسطے
چاہنے والا۔ بھی اچھا چاہیئے

مسجد کے زیرِ سایہ "خرابات" چاہیئے
بھوں پاس آنکھ "قبلۂ حاجات" چاہیئے

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی۔ ایک اور شخص پر

آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیئے
دے داد۔ اے فلک! دلِ حسرت پرست کی
ہاں! کچھ نہ کچھ تلافیٔ مافات چاہیئے
سیکھے ہیں مہ رُخوں کے لئے ہم مصوّری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات۔ چاہیئے
مے سے غرض "نشاط" ہے کس رُو سیاہ کو؟
اِک گونہ بیخودی۔ مجھے دن رات چاہیئے
ہے "رنگِ لالہ و گُل و نسریں" جُدا جُدا
ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیئے
سر "پائے خُم" پہ چاہیئے ہنگامِ بیخودی
رُو "سوئے قبلہ" وقتِ مناجات چاہیئے
یعنی! بہ "حسبِ گردشِ پیمانۂ صفات"
عارف ہمیشہ "مستِ مئے ذات" چاہیئے
نشو و نما ہے اصل سے غالب! فروغ کو
خاموشی ہی سے نکلے ہے۔ جو بات چاہیئے
ہے "وصل" "ہجر" عالمِ تمکین و ضبط میں
"معشوقِ شوخ" و "عاشقِ دیوانہ" چاہیئے
اُس لب سے مِل ہی جائیگا بوسہ کبھی تو ہاں!
شوقِ حصول و "جرأتِ رندانہ" چاہیئے

نصول (ق)، ۳ فضول۔

چکنی ڈلی

باد دست از سپاس عطا ہدیۂ سخن راندن و متاع گزیدۂ سخن در برابر افشاندن

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ۔ چکنی ڈلی!
زیب دیتا ہے۔ اِسے جس قدر اچھا کہئیے!
خامہ "انگشت بہ دنداں" کہ اِسے کیا لکھیے؟
ناطقہ "سر بہ گریباں" کہ اِسے کیا کہئیے؟
"مُہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی" لکھیے!
"حرزِ بازوئے شِگرفانِ خود آرا" کہئیے!
"مِسّی آلودہ سر انگشت حسیناں" لکھیے!
"داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا" کہئیے!
خاتمِ دستِ سلیماںؑ کے مشابہ لکھیے!
"سرِ پستانِ پری زاد سے مانا" کہئیے
اخترِ سوختۂ "قیس" سے نسبت دیجے!
"خالِ مشکینِ رُخِ دل کشِ لیلا" کہئیے!
"حجرالاسودِ دیوارِ حرم" کیجے فرض
نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا۔ کہئیے
وضع میں اِس کو اگر سمجھیے قافِ تریاق!

رنگ میں "سبزۂ نوخیز مسیحا" کہئے
"صومعہ" میں اِسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز
مے کدے میں اِسے خشتِ خمِ صہبا کہئے!
کیوں؟ اسے "قفلِ درِ گنجِ محبت" لکھئے!
کیوں! اسے نقطہ پرکارِ تمنّا کہئے!
کیوں؟ اِسے گوہرِ نایاب تصوّر کیجے!
کیوں؟ اِسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہئے!
کیوں؟ اسے تکمۂ پیراہنِ لیلا لکھئے!
کیوں؟ اسے نقش پئے ناقۂ سلمیٰ کہئے!
بندہ پرور کے کفِ دست۔ کو "دل" کیجے فرض!
اور اِس "چکنی سپاری" کو "سویدا" کہئے
کیوں جو حال، تو کہتے ہو۔ مدّعا کہئے!
تمہیں کہو! کہ جو تم یوں کہو۔ تو کیا کہئے؟
نہ کہیو۔ طعن سے۔ پھر تم کہ "ہم ستمگر" ہیں؟
مجھے تو خُو ہے۔ کہ جو کچھ کہو۔ بجا کہئے!!
وہ نیشتر سہی! پر۔ دل میں جب اُتر جاوے
"نگاہِ ناز" کو۔ پھر کیوں نہ؟ "آشنا" کہئے!
نہیں ذریعۂ راحت "جراحتِ پیکاں"
وہ "زخمِ تیغ" ہے۔ جس کو کہ "دل کشا" کہئے

جو مُدّعی بنے۔ اُس کے نہ مُدّعی بنیئے!
جو ناسزا کہے، اُس کو نہ ناسزا کہئیے!
کہیں "حقیقتِ جاں کاہیٔ مرض" لکھیئے
کہیں "مصیبتِ نا سازیٔ دوا" کہئیے
کبھی "شکایتِ رنجِ گراں نشیں" کیجے
کہیں "حکایتِ صبرِ گریز پا" کہئیے
رہے نہ جان، تو قاتل کو "خوں بہا" دیجے
کٹے زباں۔ تو خنجر کو۔ مرحبا! کہئیے
نہیں نگار کو اُلفت نہ ہو، نگار۔ تو ہے!
"رَوانیٔ روش"۔ و "مستیٔ ادا"۔ کہئیے
نہیں بہار کو فرصت "نہ ہو" بہار۔ تو ہے!
طراوتِ چمن و خوبیٔ ہوا کہئیے!
سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا۔ غالبؔ!
خدا سے کیا؟ "ستم و جورِ ناخدا" کہئیے!
دیا ہے دِل اگر اُس کو "بشر" ہے کیا کہئیے؟
ہُوا رقیب تو ہو "نامہ بر" ہے، کیا کہئیے؟!
یہ ضِد کہ آج نہ آئے۔ اور آئے بِن نہ رہے
"قضا" سے شکوہ ہمیں کِس قدر ہے! ہے کیا کہئیے؟
رہے ہے یُوں گہ و بے گہ" کہ "کوئے دوست" کو۔ اب

اگر نہ کہیے کہ "دشمن کا گھر ہے" کیا کہیے؟

زہے کرشمہ! کہ یوں دے رکھا ہے ہم کو فریب
کہ بن کہے ہی "انہیں" سب خبر ہے کیا کہیے!؟

سمجھ کے کرتے ہیں بازار میں "وہ" پرسشِ حال!
کہ یہ کہے کہ "سرِ رہ گزر ہے۔ کیا کہیے"!!

تمہیں نہیں ہے "سرِ رشتۂ وفا" کا خیال
ہمارے ہاتھ میں۔ کچھ ہے؟ مگر۔ ہے کیا؟ کہیے!!

اُنہیں سوال پہ "زعمِ جنوں" ہے۔ کیوں لڑیئے؟
ہمیں جواب سے "قطع نظر" ہے۔ کیا کہیے؟

"حسد سزائے کمالِ سخن" ہے۔ کیا کیجے؟
ستم "بہائے متاعِ ہنر" ہے کیا کہیے؟

کہا ہے کس نے؟ کہ غالبؔ بُرا نہیں لیکن
سوائے اِس کے۔ کہ "آشفتہ سر" ہے کیا کہیے؟

فرد

پینس میں گذرتے ہیں جو کوچے سے "وہ" میرے
کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

ہم۔ رشک کو اپنے بھی۔ "گوارا" نہیں کرتے!
مرتے ہیں، ولے۔ "اُن کی تمنا" نہیں کرتے!
در پردہ اُنہیں۔ غیر سے ہے "ربطِ نہانی"
ظاہر کا یہ پردہ ہے۔ کہ "پروا" نہیں کرتے
یہ "باعثِ نومیدیٔ اربابِ ہوس" ہے
غالبؔ کو بُرا کہتے ہو! "اچھا" نہیں کرتے
تا۔ ہم کو شکایت کی بھی۔ باقی نہ رہے۔ جا
سُن لیتے ہیں۔ گو۔ "ذکر" ہمارا نہیں کرتے
غالبؔ! "ترا احوال" سُنا دیں گے ہم اُون کو
"وہ" سُن کے بُلالیں۔ "یہ۔ اجارا" نہیں کرتے
مَیں اُنہیں چھیڑوں۔ اور۔ کچھ نہ کہیں!
چل نکلتے۔ جو۔ مے۔ پیئے۔ ہوتے
قہر ہو۔ یا۔ بلا ہو۔ جو کچھ ہو
کاش کے!۔ تم! میرے لئے "ہوتے"!!
میری قسمت میں۔ "غم" گر۔ اِتنا تھا!
دِل بھی یارب! کئی دئے ہوتے"
آ۔ ہی جاتا۔ "وہ" راہ پر۔ غالبؔ!
کوئی دِن اور بھی۔ "جئے" ہوتے!

زندگی اپنی۔ جب اِس شکل سے گزری غالبؔ!
ہم بھی کیا یاد۔ کریں گے؟ کہ خدا رکھتے تھے!!

قطعہ

گئے وہ دِن! کہ نادانستہ۔ غیروں کی وفاداری
کیا کرتے تھے تُم تقریر۔ ہم خاموش رہتے تھے
بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی؟ جانے دو! مِل جاؤ!
قسم لو ہم سے! اگر۔ یہ بھی کہیں! کیوں ہم نہ کہتے تھے؟

ہے "آرمیدگی" میں نکوہش بجا مجھے
صُبحِ وطن ہے "خندۂ دنداں نما" مجھے
ڈھونڈھے ہے اُس "مُغنیِ آتش نفس" کو جی
جس کی صدا ہو "جلوۂ برقِ فنا" مجھے
مستانہ طے کروں ہوں۔ رہِ وادیِ خیال
تا۔ "بازگشت" سے نہ رہے۔ مُدعا مجھے
کرتا ہے بس کہ! باغ میں تُو بے حجابیاں
آنے لگی ہے "نکہتِ گُل" سے حیا مجھے
کُھلتا کسی پہ کیوں؟ میرے دِل کا معاملہ!
"شعروں کے انتخاب" نے۔ رُسوا کیا مجھے!

ع۱ نگہت ــــ نکہت

یاد ہے۔ شادی میں بھی "ہنگامۂ یارب! مجھے
"سبحۂ زاہد"۔ ہوا ہے "خندہ زیرِ لب"۔ مجھے
ہے "کشادِ خاطرِ وابستہ"۔ در۔ "رہنِ سخن"
تھا "طلسمِ قفلِ ابجد"، خانۂ مکتب۔ مجھے
یارب! اِس آشفتگی کی داد۔ کِس سے چاہیئے؟
رشک۔ آسایش پہ ہے زندانیوں کی۔ اب مجھے
طبع ہے "مشتاقِ لذّت ہائے حسرت"۔ کیا کروں؟
آرزو سے ہے "شکستِ آرزو" مطلب مجھے
دِل لگا کر "آپ" بھی غالب! مجھی سے ہو گئے!
عِشق سے آتے تھے مانع "میرزا صاحب" مجھے!

معذرت

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی!
اپنا "بیانِ حسنِ طبیعت" نہیں مجھے
سَو پُشت سے ہے "پیشۂ آبا" سپہ گری
کچھ "شاعری" ذریعۂ عزّت نہیں مجھے
آزادہ رو ہوں اور مِرا مسلک ہے صُلحِ کُل
ہرگز۔ کبھی۔ کسی سے عداوت نہیں مجھے!
کیا کم ہے یہ شرف؟ کہ ظفر کا غلام ہوں!!

مانا!! کہ "جاہ و منصب و ثروت" نہیں مجھے!
"اُستادِ شہ" سے ہو۔ مجھے پرکاش کا خیال!

یہ تاب! یہ مجال! یہ طاقت! نہیں مجھے!
"جامِ جہاں نما" ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

میں کون؟ اور ریختہ!! ہاں! اس سے مدّعا
جز "انبساطِ خاطرِ حضرت" نہیں مجھے

سہرا لکھا گیا "زرہِ امتثالِ امر"
(دیکھا کہ چارہ (غیر اطاعت، نہیں مجھے)

مقطع میں آپڑی ہے "سخن گسترانہ" بات
مقصود اِس سے۔ قطعِ محبت نہیں مجھے

روئے سخن۔ کسی طرف ہو۔ تو۔ رُو سیاہ
سودا نہیں۔ جنوں نہیں۔ وحشت نہیں۔ مجھے

قسمت بُری سہی۔ پہ طبیعت بُری۔ نہیں
ہے شُکر کی جگہ! کہ شکایت نہیں مجھے

صادق ہوں اپنے قول میں غالبؔ! خدا گواہ!!
کہتا ہوں سچ۔ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

پا بہ دامن۔ ہو رہا ہُوں، بس کہ! میں۔ صحرا نورد
خارِ پا۔ ہیں۔ "جوہرِ آئینۂ زانو" مجھے

دیکھنا ! حالتِ میرے دل کی ہم آغوشی کے وقت"
ہے" نگاہِ آشنا" تیرا۔ سر ہر مُو۔ مجھے

ہوں "سراپا سازِ آہنگِ شکایت" کچھ نہ پوچھ !!
ہے یہی بہتر! کہ لوگوں میں نہ چھیڑے تو۔ مجھے!

دیکھ کر در پردہ "گرمِ دامن افشانی" مجھے
کر گئی "وابستۂ تن" میری عریانی مجھے

بن گیا تیغ نگاہِ یار کا سنگِ فسان
مرحبا! میں! کیا مبارک ہے!! گراں جانی مجھے!

کیوں نہ ہو "بے التفاتی" اُس کی خاطر جمع ہے
جانتا ہے "محوِ پرسش ہائے پنہانی" مجھے

میرے "غم خانے کی قسمت" جب رقم ہونے لگی
لکھ دیا "من جملۂ اسباب ویرانی" مجھے

بدگماں ہوتا ہے وہ "کافر" نہ ہوتا۔ کاشکے!!
اس قدر! ذوقِ نوائے مرغِ بستانی" مجھے

وائے! وہاں بھی۔ شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا
لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی" مجھے

وعدہ آنے کا وفا کیجے! یہ کیا انداز ہے!!؟
تم نے کیوں سونپی ہے؟ میرے گھر کی دربانی مجھے!

ہاں! نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری !! واہ! واہ!

پھر ہُوا ہے۔ تازہ "سودائے غزل خوانی" مجھے
دی میرے بھائی کو حق نے۔ از سرِ نو زندگی
میرزا یوسف ہے۔ غالبؔ! "یوسفِ ثانی" مجھے
لاغر اِتنا ہوں! کہ گر تو "بزم" میں "جا۔ دے مجھے
میرا ذِمّہ! دیکھ کر۔ گر کوئی بتلا دے! مجھے!
کیا تعجب ہے؟ کہ اُس کو دیکھ کر آجائے رحم
وہاں تلک۔ کوئی! کسی حیلے سے" پہنچا دے مجھے!!
مُنہ نہ دکھلا دے، نہ دِکھلا، پر۔ بہ اندازِ عتاب
کھول کر پردہ، ذرا! آنکھیں ہی، دِکھلا دے مجھے
"یہاں تلک" میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ میں
زُلف گر بن جاؤں۔ تو۔ شانے میں اُلجھا دے مجھے
گرم فریاد رکھا "شکلِ نہالی" نے مجھے
تب "اماں" ہجر میں دی "بردِ لیالی" نے مجھے
"نسیہ و نقدِ" دو عالم کی حقیقت" معلوم!!
لے لیا مجھ سے "میری ہمتِ عالی" نے مجھے
"کثرت آرائی وحدت" ہے "پرستاریِ وہم
کر دیا کافر۔ اِن" اصنامِ خیالی" نے مجھے
ہوسِ گُل" کا۔ تصوّر میں بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا۔ "بے پروبائی" نے مجھے

"باغ" پا کر "خفقانی" یہ ڈراتا ہے مجھے
سایۂ شاخِ گل "افعی" نظر آتا ہے مجھے

جوہرِ تیغ بہ سر چشمۂ "دیگر" معلوم!
ہوں میں وہ سبزہ۔ کہ "زہر آب" اوگاتا ہے مجھے

"مدعا" محوِ تماشائے "شکستِ دل" ہے
آئینہ خانے میں "کوئی" لئے جاتا ہے مجھے

نالہ سرمایۂ یک عالم۔ و "عالم" کفِ خاک!
آسمان "بیضۂ قمری" نظر آتا ہے مجھے

زندگی میں تو۔ وہ محفل سے اُٹھا دیتے تھے
دیکھوں! اب مر گئے پر، کون اُٹھاتا ہے؟ مجھے

وہ۔ آ کے خواب میں "تسکین" اضطراب تو دے
ولے۔ مجھے "تپشِ دل" مجالِ خواب۔ تو۔ دے

کرے ہے قتل۔ لگاوٹ میں۔ تیرا رو۔ دینا
تری طرح، کوئی "تیغِ نگہ" کو "آب" تو دے؟

دکھا کے "جنبشِ لب" ہی۔ تمام کر ہم کو
نہ دے جو بوسہ۔ تو منہ سے کہیں جواب تو دے؟

پلا دے اوک سے ساقی! جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ۔ گر نہیں دیتا۔ نہ دے، "شراب" تو دے

اسدؔ! خوشی سے میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے

کہا جو اُس نے "ذرا! میرے پاؤں داب تو دے"

رباعی

"حق" شہ کی بقا سے۔ خلق کو شاد کرے!
تا۔ شاہ۔ "شیوعِ دانش۔ و۔ داد" کرے
یہ دی جو گئی ہے۔ "رشتۂ عمر" میں گانٹھ
ہے صِفر کہ "افزائشِ اعداد" کرے

چاک کی خواہش۔ اگر۔ وحشت "بہ عُریانی" کرے
صُبح کے مانند۔ زخمِ دل "گریبانی" کرے
جلوے کا تیرے وہ عالم ہے! کہ گر کیجے خیال!
دیدۂ دل۔ کو "زیارت گاہِ حیرانی" کرے
ہے شکستن سے بھی دل نومید۔ یارب! کب تلک؟
آب گینہ، کوہ پر "عرضِ گراں جانی" کرے
"مے کدہ" گر۔ چشمِ مستِ ناز" سے پائے شکست
"موئے شیشہ" دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے
خطِ عارض سے لکھا ہے زُلف کو اُلفت نے عہد
یک قلم منظور ہے! جو کچھ "پریشانی" کرے

آئینہ کیوں نہ دوں؟ کہ تماشا کہیں جسے!
ایسا کہاں سے لاؤں؟ کہ تجھ سا۔ کہیں جسے!

حسرت نے لا۔ رکھا۔ تیری بزمِ خیال میں
گُلدستۂ نگاہ "سویدا" کہیں جسے

پھونکا ہے کِس نے؟ گوشِ محبّت میں اے خُدا!!
افسونِ انتظار "تمنّا" کہیں جسے

سر پر ہجومِ دردِ غریبی سے، ڈالئے
وہ ایک مشتِ خاک۔ کہ "صحرا" کہیں جسے!

ہے چشمِ تر میں "حسرتِ دیدار سے" نہاں
شوقِ عناں گسیختہ۔ "دریا" کہیں جسے!

درکار ہے "شگفتنِ گُل ہائے عیش" کو
صُبحِ بہارِ "پنبہ مینا" کہیں جسے

غالبؔ! بُرا نہ مان! جو واعظ بُرا کہے
ایسا بھی کوئی ہے؟ کہ سب اچھا کہیں جسے

ہر قدم۔ "دوریِ منزل" ہے، "نمایاں" مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے، "بیاباں" مجھ سے

"درسِ عنوانِ تماشا" بہ تغافل۔ خوش تر!
ہے نگہ "رشتۂ شیرازۂ مژگاں" مجھ سے

وحشتِ آتشِ دل سے "شبِ تنہائی" ہیں

صُورت دُود رہا سایۂ "گریزاں" مجھ سے
غمِ عشاق نہ ہو سادگی آموزِ بُتاں"
کِس قدر خانۂ آئینہ ہے؟ ویراں۔ مجھ سے
اثرِ آبلہ سے۔ جادۂ صحرائے جنوں
(صُورتِ رِشتۂ گوہر) ہے۔ چراغاں مجھ سے"
بے خودی! "بسترِ تمہیدِ فراغت" ہو جو!!
پُر ہے (سائے کی طرح) میرا شبستاں" مجھ سے
شوقِ دیدار میں۔ گر۔ تو مجھے۔ گردن مارے
ہو نگہ (مثلِ گُلِ شمع) پریشاں مجھ سے
"بے کسی ہائے، شبِ ہجر کی حسرت" ہے ہے!!
سایہ (خورشیدِ قیامت میں ہے) پنہاں مجھ سے
"گردشِ ساغرِ صد جلوۂ رنگین، تجھ سے
آئینہ داریِ یک دیدۂ حیراں" مجھ سے
نگہِ گرم سے "ایک آگ" ٹپکتی ہے، اسدؔ!!
ہے چراغاں، (خس و خاشاکِ گُلستاں) مجھ سے
کبھی نیکی بھی (اُن کے جی میں) گر آجائے ہے مجھ سے
جفائیں کرکے اپنی یاد۔ شرما جائے ہے مجھ سے
خدایا! جذبۂ دل کی مگر؟ تاثیر اُلٹی ہے!
کہ جتنا کھینچتا ہُوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

وہ بدخو۔ اور میری داستانِ شوق طولانی
عبارت مختصر! قاصد بھی گھبرا جائے ہے۔ مجھ سے

اُدھر وہ بدگمانی ہے۔ اِدھر یہ ناتوانی ہے
نہ پوچھا جائے ہے اُوس سے۔ نہ بولا جائے ہے مجھ سے

سنبھلنے دے! مجھے اے! نا اُمیدی! کیا قیامت ہے؟
کہ "دامانِ خیالِ یار" چھوٹا جائے ہے۔ مجھ سے!!

تکلّف برطرف "نظارگی" میں بھی سہی لیکن!
وہ دیکھا جائے۔ کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے مجھ سے؟

ہُوئے ہیں پاؤں ہی پہلے "نبردِ عشق" میں زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے۔ نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

قیامت ہے! کہ ہووے "مُدّعی کا ہم سفر" غالبؔ!
"وہ کافر" جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

ہے بزمِ بُتاں میں "سخن" آزردہ۔ لبوں سے
تنگ آئے ہیں ہم ایسے "خوشامد طلبوں" سے

ہے دورِ قدح "وجہ پریشانیٔ صہبا"
یک بار۔ لگا دو خُمِ مے۔ میرے لبوں سے

رندانِ درِ میکدہ۔ گُستاخ ہیں۔ زاہد!!
زنہار! نہ ہونا! طرف اِن بے ادبوں سے!

"بے دادِ وفا" دیکھ! کہ "جاتی رہی آخر"

ہر چند۔ میری جان کو تھا ربط۔ لبوں سے

آمدِ سیلاب۔ طوفانِ صدائے آب۔ ہے
نقشِ پا۔ جو۔ کان میں رکھتا ہے۔ انگلی "جادہ" سے
بزمِ مے "وحشت کدہ" ہے، کس کی چشمِ مست کا؟
شیشہ میں نبضِ پری پنہاں ہے "موجِ بادہ" سے

سیمابِ پشت گرمیٔ آئینہ دے ہے۔ ہم
حیراں کئے ہوئے ہیں دلِ بے قرار کے
آغوشِ گُل کشودہ، برائے وداع ہے
اے عندلیب! چل! کہ چلے دن بہار کے

غیر لیں (محفل میں) بوسے جام کے
ہم رہیں، یُوں تشنہ لب! پیغام کے!!
خستگی کا تُم سے کیا شکوہ؟ کہ یہ
ہتھکنڈے ہیں "چرخِ نیلی فام" کے
خط لکھیں گے۔ گرچہ مطلب۔ کچھ نہ ہو!
ہم تو عاشق ہیں۔ تمہارے نام کے

۲ آمدِ سیلاب

رات پی۔ زمزم پہ مَے۔ اور صُبح دم
دھوئے دھبّے "جامۂ احرام" کے
دل کو آنکھوں نے پھنسایا۔ کیا؟ مگر!
یہ بھی حلقے ہیں۔ تمہارے دام کے!!
شاہ کے ہے "غسلِ صحّت" کی خبر
دیکھئے! کب دِن پھریں؟ حمام کے!
عشق نے غالبؔ!! نِکمّا کر دیا
ورنہ۔ ہم بھی۔ آدمی تھے کام کے
عجب نشاط سے "جلّاد" کے چلے ہیں ہم آگے
کہ اپنے سائے سے "سر" پاؤں سے ہے دو قدم آگے
قضا نے تھا مجُھے چاہا "خرابِ بادۂ اُلفت"
فقط "خراب" لِکھا، بس۔ نہ چل سکا قلم آگے
غمِ زمانہ نے جھاڑی "نشاطِ عشق کی مستی"
وگرنہ ہم بھی اُٹھاتے تھے۔ لذّتِ الم آگے
خدا کے واسطے! دادِ اِس "جنونِ شوق" کی دینا
کہ اُس کے در پہ پہنچتے ہیں "نامہ بر" سے ہم آگے
یہ عُمر بھر جو پریشانیاں اُٹھائی ہیں ہم نے
تمہارے آئیو!! اے! طُرّہ ہائے خم بہ خُم"! آگے
دل و جگر میں "پر افشاں" جو ایک "موجۂ خوں" ہے

ہم اپنے زعم میں سمجھے ہوئے تھے اس کو "دم" آگے
قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہیں غالبؔ!
ہمیشہ کھاتے تھے جو "میری جان کی قسم" آگے

"بازیچۂ اطفال" ہے۔ دُنیا۔ میرے آگے!
ہوتا ہے "شب و روز" تماشا میرے آگے!
اِک کھیل ہے۔ اورنگِ "سُلیماں" میرے نزدیک!
اِک بات ہے "اعجازِ مسیحا" میرے آگے!
جُز۔ نام۔ نہیں "صُورتِ عالَم" مجھے منظور!
جُز۔ وہم۔ نہیں "ہستیٔ اشیاء" میرے آگے!
ہوتا ہے نہاں۔ گرد میں صحرا میرے ہوتے!
گِھستا ہے جبیں "خاک" پہ دریا میرے آگے!
مت پوچھ! کہ کیا حال ہے میرا تیرے پیچھے
تو دیکھ! کہ کیا رنگ ہے "تیرا" میرے آگے
سچ کہتے ہو "خود بیں و۔ خود آرا" ہوں! نہ کیوں ہوں؟
بیٹھا ہے "بُتِ آئنہ سیما" میرے آگے!
پھر دیکھئے! اندازِ گُل افشانیٔ گفتار
رکھ دے کوئی "پیمانہ و صہبا" میرے آگے
نفرت کا گماں گذرے ہے میں رشک سے گذرا
کیوں کر کہوں؟ لو۔ نام نہ "اُن" کا میرے آگے

"ایمان" مجھے روکے ہے۔ جو کھینچے ہے مجھے "کفر"
"کعبہ" میرے پیچھے ہے۔ "کلیسا" میرے آگے

عاشق ہوں، پہ "معشوق فریبی" ہے میرا کام
مجنوں کو برا کہتی ہے "لیلیٰ" میرے آگے

خوش ہوتے ہیں۔ پر "وصل" میں یوں مر نہیں جاتے
آئی "شب ہجراں کی تمنا" میرے آگے

ہے موجزن اک "قلزم خوں" کاش! یہی ہو!!
آتا ہے ابھی دیکھئے! کیا کیا! میرے آگے!

گو۔ ہاتھ کو "جنبش" نہیں، آنکھوں میں تو "دم" ہے
رہنے دو! ابھی! "ساغر و مینا" میرے آگے!!

"ہم پیشہ۔ و۔ ہم مشرب و۔ ہم راز" ہے میرا
غالب کو برا کیوں کہو؟ اچھا! میرے آگے!

"نقشِ نازِ بتِ طناز" "بہ آغوشِ رقیب"
پائے طاؤس "پئے خامۂ مانی" مانگے

تو! وہ بد خو" کہ "تحیر" کو تماشا جانے
غم وہ افسانہ "کہ آشفتہ بیانی" مانگے

وہ "تبِ عشق[1] تمنا" ہے۔ کہ پھر "صورتِ شمع"
شعلہ تا نبضِ جگر "ریشہ دوانی" مانگے

۱۔ بتِ عشق ۲۔ تپ عشق

رباعی

ہم۔ گرچہ بنے۔ سلام کرنے والے
کرتے ہیں درنگ۔ کام کرنے والے
کہتے ہیں خدا سے "اللہ اللہ"!
وہ آپ ہیں "صبح و شام" کرنے والے

ہزاروں خواہشیں "ایسی"۔ کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان۔ لیکن پھر بھی۔ "کم" نکلے
ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا رہے گا؟ اس کی گردن پر
وہ خوں، جو چشم تر سے۔ عمر بھر یوں دمبدم نکلے
نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں۔ لیکن
بہت بے آبرو ہو کر۔ تیرے کوچہ سے ہم نکلے
بھرم کھل جائے ظالم! تیری قامت کی درازی۔ کا
اگر اس "طرۂ پُر پیچ۔ و۔ خم" کا "پیچ۔ و۔ خم" نکلے
مگر لکھوائے کوئی "اس کو خط" تو۔ ہم سے لکھوائے
ہوئی صبح۔ اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم، نکلے
ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سے۔ بادہ آشامی
پھر آیا وہ زمانہ۔ جو۔ جہاں میں "جامِ جم" نکلے

ہوئی جن سے۔ توقع "خستگی کی داد" پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ۔ "خستۂ تیغِ ستم" نکلے!

محبت میں نہیں ہے فرق "جینے اور مرنے" کا!
"اُسی کو" دیکھ کر جیتے ہیں، جس کافر پہ دم نکلے!

ذرا! کر زور سینے پر۔ کہ "تیرِ پُر ستم" نکلے
جو وہ نکلے، تو دل نکلے۔ جو دل نکلے۔ تو دم نکلے

خدا کے واسطے! پردہ نہ "کعبہ" سے۔ اٹھا! ظالم!!
کہیں ایسا نہ ہو! وہاں بھی وہی "کافر صنم" نکلے!

کہاں؟ مے خانہ کا دروازہ غالب! اور کہاں؟ واعظ!
پر اتنا جانتے ہیں! "کل" وہ جاتا تھا۔ کہ ہم۔ نکلے!

تسکین کو ہم نہ روئیں۔ جو "ذوقِ نظر" ملے
"حورانِ خلد" میں "تیری صورت" مگر؟ ملے!

اپنی گلی میں مجھ کو نہ کر دفن! بعد قتل
میرے پتے سے خلق کو۔ کیوں؟ تیرا گھر ملے!

ساقی گری کی شرم کرو۔ آج! ورنہ۔ ہم
ہر شب پیا ہی کرتے ہیں "مے" جس قدر ملے

تجھ سے تو کچھ کلام نہیں! لیکن۔ اے! ندیم!
میرا سلام کہیو! اگر "نامہ بر" ملے

تم کو بھی۔ ہم دکھائیں! کہ مجنوں نے کیا کیا!!

فرصت "کشاکشِ غمِ پنہاں سے گر۔ ملے
لازم نہیں! کہ خضر کی ہم پیروی۔ کریں
جانا! کہ اک بزرگ۔ ہمیں "ہم سفر" ملے
اے "ساکنانِ کوچۂ دلدار! دیکھنا!!
تم کو کہیں! جو "غالب آشفتہ سر" ملے

رباعی

اِن سیم کے بیجوں کو۔ کوئی کیا جانے!؟
بھیجے ہیں جو "ارمغاں" شہ والا نے
گِن کے دیویں گے ہم دُعائیں سو بار
فیروزہ کی تسبیح کے ہیں۔ یہ دانے

نکتہ چیں ہے! غمِ دل "اُس کو" سنائے نہ بنے
کیا بنے بات! جہاں "بات بنائے" نہ بنے
میں بُلاتا تو ہوں "اُس کو" مگر۔ اے! جذبۂ دل!
"اُس پہ" بن جائے کچھ ایسی۔ کہ بِن آئے۔ نہ بنے
کھیل سمجھا ہے! کہیں۔ چھوڑ نہ دے؟ بھول نہ جا!
کاش! یُوں بھی ہو! کہ بِن میرے ستائے نہ بنے
غیر پھرتا ہے لئے! یُوں "تیرے خط کو" کہ۔ اگر

کوئی پُوچھے۔ کہ "یہ کیا ہے"؟ تو۔ چھپائے نہ بنے!
اِس نزاکت کا بُرا ہو! وہ بھلے ہیں۔ تو۔ کیا!
ہاتھ آئیں۔ تو "اُنہیں" ہاتھ لگائے۔ نہ بنے!!
کہہ سکے کون؟ کہ "یہ جلوہ گری" کس کی ہے؟
پردہ چھوڑا ہے "وہ" اُس نے! کہ اُٹھائے۔ نہ بنے!
موت کی راہ نہ دیکھوں؟ کہ "بِن آئے" نہ رہے
تُم کو چاہوں! کہ نہ آؤ۔ تو "بُلائے نہ بنے"!
بوجھ وہ سر سے گرا ہے! کہ۔ اُٹھائے نہ اُٹھے!
کام وہ آن پڑا ہے۔ کہ۔ بنائے نہ بنے!
عشق پر زور نہیں۔ "ہے یہ وہ آتشِ غالبؔ!!
کہ لگائے نہ لگے۔ اور بجھائے نہ بنے

رُباعی

رُقعہ کا جواب۔ کیوں نہ بھیجا؟ تُم نے
ثاقب! حرکت یہ کی ہے بیجا۔ تُم نے
حاجی کلّو۔ کو دے کے "بے وجہ جواب
غالبؔ کا پکا دیا کلیجہ۔ تُم نے

فرد
ہوں میں بھی "تماشائیِ نیرنگ تمنّا"
مطلب نہیں کچھ اس سے۔ کہ مطلب ہی بر آوے

جب بزم میں "تو" ناز سے "گفتار" میں آوے!
جاں "کالبدِ صورتِ دیوار" میں آوے
سائے کی طرح ساتھ پھریں "سرو و صنوبر"
تو اس قدِ دل کش سے، جو گلزار میں آوے
تب "نازِ گراں مائگیِ اشک" بجا ہے!
جب "لختِ جگر" دیدۂ خوں بار میں آوے!
اوس "چشمِ فسوں گر" کا۔ اگر پائے اشارہ
طوطی کی طرح "آئینہ" گفتار میں آوے
کانٹوں کی زباں سوکھ گئی، پیاس سے۔ یارب!!
اک آبلہ پا "وادیِ پُر خار" میں آوے!
مر جاؤں نہ کیوں؟ رشک سے! جب وہ تنِ نازک
"آغوشِ خمِ حلقۂ زنّارِ" میں آوے
"غارت گرِ ناموس" نہ ہو گر "ہوسِ زر"
کیوں؟ "شاہدِ گل" باغ سے بازار میں آوے
تب "چاکِ گریباں" کا مزہ ہے! دلِ نالاں!
جب۔ اِک نفس اُلجھا ہوا ہر تار میں۔ آوے!
آتش کدہ ہے، سینہ میرا "رازِ نہاں" سے
اے وائے!! اگر "معرضِ اظہار" میں آوے!
"گنجینۂ معنی کا طلسم" اس کو سمجھئے!

جو لفظ "کہ غالبؔ! میرے اشعار میں آوے
شکوے کے نام سے۔ "بے مہر" خفا ہوتا ہے!
یہ بھی مت کہہ! کہ "جو کہیئے تو۔ گلہ ہوتا ہے"!!
پُر ہوں میں شکوے سے۔ یُوں "راگ سے جیسے باجا"
اِک ذرا چھیڑئیے!! پھر۔ دیکھئے!! کیا ہوتا ہے؟
گو۔ سمجھتا نہیں۔ پر۔ "حُسنِ تلافی" دیکھو!!
"شکوہ جور" سے "سر گرم جفا" ہوتا ہے!
عِشق کی راہ میں ہے "چرخِ مکوکب" کی وہ چال
"سُست رو" جیسے کوئی "آبلہ پا" ہوتا ہے!
کیوں نہ ٹھہریں؟ "ہدفِ ناوکِ بے داد" کہ ہم
آپ اُٹھا لاتے ہیں۔ گر۔ "تیر خطا" ہوتا ہے!
خوب تھا! پہلے سے، ہوتے جو۔ "ہم اپنے" بد خواہ
کہ بھلا چاہتے ہیں! اور۔ بُرا ہوتا ہے!
نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا۔ اور۔ اب
لب تک آتا ہے۔ جو "ایسا ہی رسا" ہوتا ہے

قطعہ

خامہ میرا۔ کہ وہ ہے "باربدِ بزمِ سخن"
شاہ کی مدح میں۔ یُوں "نغمہ سرا" ہوتا ہے

اے! شہنشاہِ کواکب سپہ۔ و۔ مہر عَلَم!!
تیرے اکرام کا حق کس سے؟ ادا ہوتا ہے
سات اقلیم کا حاصل۔ جو فرا ہم کیجے
تو۔ وہ لشکر کا تیرے "نعل بہا" ہوتا ہے
ہر مہینے میں جو یہ "بدر" سے ہوتا ہے "ہلال"
آستان پر ترے "مہ ناصیہ سا" ہوتا ہے
میں جو گستاخ ہوں "آئینِ غزل خوانی" میں
یہ بھی تیرا ہی کرم "ذوق فزا" ہوتا ہے
رکھیو! غالب!! مجھے اِس "تلخ نوائی" میں معاف
آج۔ کچھ درد میرے دل میں "سوا" ہوتا ہے
حُسنِ مہ۔ گرچہ بہ "ہنگامِ کمال" اچھا ہے
اُس سے۔ میرا "مہِ خورشید جمال" اچھا ہے!
بوسہ دیتے نہیں، اور دل پہ ہے۔ ہر لحظہ نگاہ
جی میں کہتے ہیں۔ کہ "مفت آئے تو۔ مال اچھا ہے!
اور بازار سے لے آئے۔ اگر۔ ٹوٹ گیا۔
"ساغرِ جم" سے، میرا "جامِ سفال" اچھا ہے!
بے طلب دیں، تو مزا۔ اُس میں "سوا" ملتا ہے!
وہ گدا۔ جس کو نہ ہو "خُوئے سوال" اچھا ہے!
اُن کے دیکھے سے۔ جو آجاتی ہے مُنہ پر رَونق

وہ سمجھتے ہیں۔ کہ "بیمار کا۔ حال" اچھا ہے!

دیکھئے!! پاتے ہیں عشاق۔ بتوں سے کیا فیض؟

"اک برہمن" نے کہا ہے۔ کہ "یہ سال" اچھا ہے!

ہم سخن۔ تیشے نے فرہاد کو۔ شیریں سے کیا

جس طرح کا۔ کہ "کسی میں ہو کمال" اچھا ہے

قطرہ "دریا میں جو مل جائے" تو۔ دریا ہو جائے

کام اچھا ہے وہی "جس کا مآل اچھا ہے"

خضر سلطان کو رکھے! خالقِ اکبر سرسبز!!

شاہ کے باغ۔ میں "یہ تازہ نہال" اچھا ہے

ہم کو معلوم ہے "جنت کی حقیقت" لیکن!

دل کے خوش رکھنے کو غالب! "یہ خیال اچھا ہے"

"شبنم۔ بہ گلِ لالہ" نہ "خالی زِ ادا" ہے

"داغِ دلِ بے درد" نظر گاہِ حیا ہے

دلِ "خوں شدہ کشمکشِ حسرتِ دیدار"

آئینہ "بہ دستِ بتِ بدمستِ حنا" ہے

شعلے سے نہ ہوتی "ہوسِ شعلہ" نے جو۔ کی

جی۔ کس قدر؟ "افسردگیِ دل" پہ جلا ہے!

"تمثال میں تیری ہے۔ وہ شوخی" کہ۔ بصد ذوق

آئینہ۔ بہ اندازِ گل "آغوش کشا" ہے!

"قمری" "کفِ خاکستر" و "بلبل" "قفسِ رنگ"
اے نالہ! "نشانِ جگرِ سوختہ" کیا ہے؟
تُو نے "تیری" "افسردہ" کیا "وحشتِ دل" کو
"معشوقی" و "بے حوصلگی" "طرفہ بلا" ہے
"مجبوری" و "دعوائے گرفتاریِ اُلفت"
"دستِ تہِ سنگ آمدہ" "پیمانِ وفا" ہے
معلوم ہوا "حالِ شہیدانِ گزشتہ"
"تیغِ ستم" "آئینۂ تصویر نما" ہے
اے! پرتوِ خورشیدِ جہاں تاب!! ادھر بھی
سایہ کی طرح "ہم پہ" "عجب وقت" پڑا ہے
"ناکردہ گناہوں" کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب!! اگر "ان کردہ گناہوں" کی سزا ہے
"بیگانگیِ خلق" سے "بے دل" نہ ہو غالب!
"کوئی نہیں تیرا" تو "میری جان!" "خدا" ہے
میری ہستی "فضائے حیرت آبادِ تمنّا" ہے
جسے کہتے ہیں نالہ "وہ" اسی عالم کا عنقا ہے
خزاں کیا؟ فصلِ گل کہتے ہیں کس کو؟ کوئی موسم ہو!
"وہی ہم ہیں" "قفس ہے" اور "ماتم بال و پر" کا ہے
"وفائے دلبراں" ہے "اتفاقی" ورنہ اے ہمدم!!

"اُن" فریادِ دل ہائے حزیں" کا کس نے دیکھا ہے؟
نہ لائے۔ شوخیٔ اندیشہ" "تابِ رنجِ نومیدی"
"کفِ افسوس" ملنا، "عہدِ تجدیدِ تمنّا" ہے
دلِ ناداں!! تجھے ہُوا کیا ہے؟
آخر! اِس "درد۔ کی دوا" کیا ہے؟
"ہم" ہیں مشتاق۔ اور۔ "وہ" بیزار!!
یا الٰہی!! "یہ۔ ماجرا" کیا ہے؟
مَیں بھی۔ مُنہ میں زباں۔ رکھتا ہُوں
کاش!! پوچھو! کہ۔ "مُدّعا کیا ہے"؟
جب کہ۔ تجھ بِن "نہیں کوئی" موجود!!
پھر۔ "یہ ہنگامہ" اے خُدا!! کیا ہے؟
"یہ پری چہرہ! لوگ" کیسے ہیں؟
"غمزہ۔ و۔ عشوہ۔ و ادا" کیا ہے؟
"شکنِ زلفِ عنبریں" کیوں ہے؟
"نگہِ چشمِ سُرمہ سا" کیا ہے؟
"سبزہ و گُل" کہاں سے آئے ہیں؟
"اَبر" کیا چیز ہے؟ ہَوا کیا ہے؟
ہم کو۔ ان سے۔ "وفا" کی ہے اُمّید!!
جو۔ نہیں جانتے۔ "وفا" کیا ہے؟!!

ہاں! بھلا کر! تیرا - بھلا ہو گا
اور - دُرویش کی صدا - کیا ہے؟
جان تُم پر - ”نِثار“ کرتا ہُوں!
مَیں نہیں جانتا! ”دُعا“ کیا ہے؟
مَیں نے مانا! کہ - کچھ نہیں غالبؔ!!
مُفت ہاتھ آئے تو - ”بُرا“ کیا ہے؟
بہت سہی ”غمِ گیتی“ - شراب - کم کیا ہے؟
غلامِ ”ساقیِ کوثر“ ہُوں، مُجھ کو غم کیا ہے؟
تُمہاری ”طرزِ روش“ - جانتے ہیں - ہم - کیا ہے؟
رقیب پر ہے اگر ”لُطف“، تو - ”سِتم“ کیا ہے؟
سخن میں ”خامۂ غالبؔ“ کی آتش افشانی!!
یقین ہے ہم کو - بھی، لیکن اب اُس میں دم کیا ہے؟
ہر ایک بات پہ - ”کہتے ہو تُم“ کہ ”تُو! کیا ہے“؟
تُمہیں کہو! کہ - یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟!
نہ شُعلے میں ”یہ کرشمہ“ نہ برق میں یہ - ادا“
کوئی بتاؤ!! کہ ”وہ شوخ تُندخُو“ کیا ہے؟!
یہ رشک ہے - کہ - ”وہ ہوتا ہے ہم سخن“ تُم سے
وگرنہ - ”خوفِ بدآموزیِ عدو“! کیا ہے!!
چِپک رہا ہے بدن پر - (لہو سے) پیراہن

ا۔ بہت = سہی

ہماری جیب کو، اب حاجتِ رفو کیا ہے؟

جلا ہے جسم جہاں، دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ، جستجو کیا ہے؟

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے، ہم نہیں قائل!
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا، تو پھر لہو کیا ہے؟

وہ چیز، جس کے لئے ہم کو ہو بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفام و مشک بو، کیا ہے؟

پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے؟

رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے؟ کہ آرزو کیا ہے؟

ہوا ہے شہ کا مصاحب، پھرے ہے اتراتا
دگر نہ شہر میں "غالب" کی آبرو، کیا ہے؟

رفتارِ عمر، قطعِ رہِ اضطراب ہے
اس سال کے حساب کو، برق، آفتاب ہے

مینائے مے ہے سروِ نشاطِ بہار ہے
بالِ تدرو، جلوۂ موجِ شراب ہے

زخمی ہوا ہے پاشنہ، پائے ثبات کا
نے بھاگنے کی گوں، نہ اقامت کی تاب ہے

جادادِ بادہ نوشئ رِندان ہے شش جہت
غافل گماں کرے ہے۔ کہ گیتی خراب ہے

نظارہ کیا حریف ہو؟ اِس برقِ حُسن کا!
"جوشِ بہار" جلوہ کو جس کے نِقاب ہے

میں۔ نامراد! "دِل کی تسلّی" کو کیا کروں
مانا! کہ تیرے رُخ سے "نگہ" کامیاب ہے

گذرا اسدؔ! مُسرّتِ پیغامِ یار" سے
قاصد پہ مجکو "رشکِ سوال و جواب" ہے

قطعہ

"سِیہ گلیم" ہُوں لازم ہے میرا نام نہ لے!
جہاں میں جو کوئی۔ فتح وظفر کا طالِب ہے

ہُوا نہ غلبہ مُیسّر کبھی کِسی پہ مجھے!
کہ جو شریک ہو میرا شریک "غالب" ہے

غم کھانے میں۔ بودا۔ دلِ ناکام بہت ہے
یہ رنج۔ کہ کم ہے مے "گُل فام" بہت ہے

کہتے ہُوئے ساقی سے حیا آتی ہے۔ ورنہ
ہے یُوں۔ کہ مجھے دُردِ تہ جام "بہت ہے

نے تیر۔ کماں میں ہے۔ نہ صیّاد کمیں میں

گوشے میں قفس کے۔ مجھے آرام بہت ہے
کیا زہد کو مانوں؟ کہ۔ نہ۔ ہو۔ گرچہ ریائی
پاداشِ عمل کی۔ طمعِ خام" بہت ہے
ہیں اہلِ خرد۔ کس روشِ خاص پہ نازاں؟
"پابستگئ رسم۔ و۔ رہِ عام" بہت ہے
زمزم ہی پر چھوڑو۔ مجھے کیا طوفِ حرم سے
آلودہ بہ مے۔ جامۂ احرام، بہت ہے
ہے قہر۔ گراب بھی نہ بنے بات۔ کہ (اُن کو
انکار نہیں) اور مجھے ابرام بہت ہے!!
خوں ہو کے جگر) آنکھ سے ٹپکا نہیں اے مرگ!
رہنے دے مجھے یاں! کہ ابھی "کام" بہت ہے
ہوگا کوئی ایسا بھی؟ کہ غالبؔ کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہے! پہ "بدنام" بہت ہے
زبسکہ "مشقِ تماشا جنوں علامت" ہے
کشاد۔ و۔ بست مژہ "سیلی ندامت" ہے
بہ پیچ و تاب ہوس "سلک عافیت" مت توڑ!
نگاہِ عجز "سررشتۂ سلامت" ہے
وفا "مقابلِ دعوائے عشق" بے بنیاد!!
"جنونِ ساختہ" و "فصلِ گل" قیامت ہے!

جس جا۔ نسیم ”شانہ کشِ زلفِ یار“ ہے
نافہ۔ ”دماغ آہوئے دشتِ تتار“ ہے
کِس کا سراغ جلوہ ہے؟ حیرت کو اے خدا!!
آئینہ۔ ”فرشِ شش جہتِ انتظار“ ہے
ہے ذرہ ذرہ ”تنگیٔ جا“ سے غبارِ شوق
گر ”دام“ یہ ہے! وسعتِ ”صحرا شکار“ ہے
دِل ”مدعی“ و، دیدہ بنا ”مدّعا علیہ“
نظارہ کا ”مقدمہ“ پھر ”رو بکار“ ہے
چھڑکے ہے ”شبنم“۔ آئینہ برگِ گل پہ۔ آب
اے عندلیب!! ”وقتِ وداعِ بہار“ ہے
پچ آپڑی ہے ”وعدہ دلدار“ کی مجھے
وہ آئے یا نہ آئے۔ پہ۔ یہاں انتظار ہے!
بے پردہ ”سوئے وادیٔ مجنوں“ گزر نہ کر
ہر ذرہ کے نقاب میں۔ دِل بیقرار ہے
اے عندلیب!! ”یک کفِ خس“ بہر آشیاں؟
طوفانِ آمد آمدِ ”فصلِ بہار“ ہے
دل مت گنوا!! خبر نہ سہی اسیر ہی سہی!
اے بے دماغ!! آئینہ ”تمثال دار“ ہے
غفلت ”کفیلِ عمر“۔ و۔ ”اسد“ ضامنِ ”نشاط“!

اے مرگِ ناگہاں!! تجھے کیا انتظار ہے؟
ایک جا "حرفِ وفا" لکھا تھا۔ وہ بھی مِٹ گیا
ظاہرا۔ کاغذ ترے خط کا "غلط بردار" ہے
جی جلے "ذوقِ فنا کی ناتمامی" پر۔ نہ کیوں؟
ہم نہیں جلتے، نفس ہر چند "آتش بار" ہے
آگ سے "پانی میں بجھتے وقت" اُٹھتی ہے صدا
ہر کوئی "درماندگی" میں نالہ سے ناچار ہے
ہے وہی "بدمستیِ ہر ذرّہ" کا خود عذر خواہ
جس کے جلوہ سے زمیں تا آسماں "سرشار ہے"[1]
مجھ سے مت کہہ! تُو! ہمیں کہتا تھا "اپنی زندگی"
"زندگی" سے بھی میرا جی۔ ان دنوں "بیزار" ہے!
آنکھ کی تصویر "سرنامے پہ" کھینچی ہے کہ "تا"
تجھ پہ کھل جاوے کہ اس کو حسرتِ دیدار ہے
تپش سے میری۔ "وقفِ کشمکش" ہر تارِ بستر ہے
میرا سر "رنجِ بالیں ہے" میرا تن۔ بارِ بستر ہے
"سرشکِ[2] سر بہ صحرا دادہ" نورُالعینِ دامن ہے
"دلِ بے دست۔ و۔ پا افتادہ" برخوردارِ بستر ہے
خوشا! "اقبالِ رنجوری" عیادت کو تم آئے ہو!
"فروغِ شمعِ بالیں" طالعِ بیدارِ بستر ہے

[1] سرشانِ [2] سرشک

"بہ طوفاں گاہِ جوشِ اضطراب" شامِ تنہائی"
"شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر" تارِ بستر۔ ہے

ابھی آتی ہے بُو۔ بالش سے اُس کی "زلفِ مشکیں" کی
ہماری دید کو۔ "خوابِ زلیخا" عارِ بستر ہے

کہوں کیا؟ دل کی کیا حالت ہے؟ ہجرِ یار میں غالبؔ!
کہ بے تابی سے، ہر ایک "تارِ بستر خارِ بستر ہے

"کوئی دن" گر۔ "زندگانی" "اور" ہے
اپنے جی میں۔ ہم نے ٹھانی "اور" ہے!

"آتشِ دوزخ" میں "یہ گرمی" کہاں؟
"سوزِ غم ہائے نہانی" "اور" ہے!

بار ہا دیکھی ہیں! اُن کی رنجشیں!!
پر۔ کچھ اب کے، سرگرانی" اور ہے!

دے کے خط، مُنہ دیکھتا ہے "نامہ بر"
کچھ تو "پیغامِ زبانی" اور ہے؟

"قاطعِ اعمار" ہیں۔ اکثر نجوم
وہ "بلائے آسمانی" اور ہے

ہو چکیں غالبؔ! بلائیں سب تمام
ایک "مرگِ ناگہانی" اور ہے

چشمِ خوباں، خامشی میں بھی "نوا پرواز" ہے
سُرمہ تُو کہوے! کہ "دُودِ شعلۂ آواز" ہے
پیکرِ عشاق "سازِ طالعِ ناساز" ہے
نالہ۔ گویا "گردشِ سیارہ" کی آواز ہے
دستگاہِ دیدۂ "خونبارِ مجنوں" دیکھنا!
یک بیاباں "جلوۂ گُل۔ فرشِ پاانداز" ہے

کیوں نہ ہو؟ چشمِ بتاں محوِ تغافل کیوں نہ ہو؟!
یعنی! اُس بیمار کو "نظارہ" سے پرہیز ہے
مرتے مرتے، دیکھنے کی "آرزو" رہ جائے گی
وائے ناکامی! کہ اُس کافر کا خنجر تیز ہے!
عارضِ گُل دیکھ۔ روئے یار یاد آیا اسدؔ!
"جوششِ فصلِ بہاری" اشتیاق انگیز ہے
سرگشتگی میں "عالمِ ہستی" سے یاس ہے
تسکیں کو دے نوید! کہ مرنے کی آس ہے
لیتا نہیں! میرے "دلِ آوارہ" کی خبر!
اب تک وہ جانتا ہے۔ کہ "میرے ہی پاس" ہے!
کیجے بیاں۔ "سرورِ تپِ غم"۔ کہاں "تلک"؟
ہر مُو۔ میرے بدن پہ "زبانِ سپاس" ہے

ہے وہ "غرورِ حُسن" سے "بیگانۂ وفا" !
ہرچند - اُس کے پاس "دلِ حق شناس" ہے
پی ! جس قدر ملے "شبِ مہتاب" میں شراب
اِس "بلغمی مزاج" کو - گرمی ہی "راس" ہے
ہر ایک مکان کو ہے مکین سے شرف اسدؔ !!
مجنُوں جو مر گیا ہے - تو جنگل اُداس" ہے
"حضورِ شاہ" میں اہلِ سخن - کی آزمائش ہے !!
چمن میں "خوش نوایانِ چمن" کی آزمائش ہے !!
قد - و - گیسو میں، قیس و - کوہ کن کی آزمائش ہے
جہاں ہم ہیں - وہاں "دار" - و - "رسن" کی آزمائش ہے
کریں گے - کوہ کن کے حوصلے کا امتحان - آخر
ہنوز - اُس خستہ کے "نیروے تن" کی آزمائش ہے
نسیمِ مصر کو کیا ؟ "پیرِ کنعاں" کی - ہوا خواہی !!
اُسے یوسفؔ کی "بوئے پیرہن" کی آزمائش ہے
وہ - آیا بزم میں ! دیکھو ! نہ کہیو پھر ! کہ غافل تھے !
"شکیب" و - "صبرِ اہلِ انجمن" کی آزمائش ہے !
رہے دل ہی میں "تیر" - اچھا - جگر کے پار ہو، بہتر
غرض "شستِ بتِ ناوک فگن" کی آزمائش ہے
نہیں کچھ "سبحۂ زنار" کے پھندے میں "گیرائی"

(وفاداری میں) "شیخ - و - برہمن" کی آزمائش ہے

پڑا رہ! اے دلِ وابستہ! بے تابی سے کیا حاصل؟
مگر- پھر "تابِ زلفِ پُرشکن" کی آزمائش ہے!

رگ و پے میں جب اُترے "زہرِ غم" تب دیکھئے کیا ہو؟
ابھی تو "تلخیِ کام - و - دہن" کی آزمائش ہے!

وہ آئیں گے! میرے گھر؟ وعدہ کیسا؟ دیکھنا! غالبؔ!
نئے فتنوں میں - اب "چرخِ کہن" کی آزمائش ہے!

"ظُلمت کدہ" میں میرے "شبِ غم" کا جوش ہے
ایک شمع ہے "دلیلِ سحر" سو - خموش ہے

نے "مژدۂ وصال" نہ "نظارۂ جمال"
مُدّت ہوئی - کہ "آشتیِ چشم - و - گوش" ہے

ہو کر شہیدِ "عشق" میں - پائے - ہزار جسم
ہر موجِ "گردِ راہ" میرے سر کو - دوش ہے

قطعہ

اے! تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دِل!!
زنہار!! اگر تمہیں "ہوسِ نائے - و - نوش" ہے

دیکھو مجھے! جو "دیدۂ عبرت نگاہ" ہو!
میری سُنو! جو "گوشِ نصیحت نیوش" ہے

ساقی "بہ جلوہ" "دشمن ایمان-و-آگہی!
"مطرب" بہ "نغمہ" رہزنِ تمکین-و-ہوش ہے!
یا شب کو دیکھتے تھے -کہ "ہر گوشۂ بساط"
"دامانِ باغبان"-و-"کفِ گُل فروش" ہے
"لُطفِ خرامِ ساقی"-و-"ذوقِ صدائے چنگ"
"یہ جنتِ نگاہ" وہ "فردوسِ گوش" ہے!!
یا "صبح دم" جو دیکھیے! آکر- تو "بزم" میں
نے وہ سرور-و-سور[1] نہ "جوش-و-خروش" ہے
"داغِ فراقِ صحبتِ شب" کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے-سو-وہ بھی خموش ہے
آتے ہیں غیب سے "یہ مضامین" خیال میں
غالب! صریرِ خامہ "نوائے سروش" ہے

قطعہ

دے کیا ہے "حُسنِ خود آرا" کو "بے حجاب"
اے شوق! ہاں!! اجازتِ تسلیم و ہوش ہے!
گوہر کو "عقدِ گردنِ خوباں" میں دیکھنا!!
کیا! اوج پر "ستارہ گوہر فروش" ہے!!

---

[1] سور [2] شور۔

"دیدارِ بادہ"۔ "حوصلہ ساقی"! "نگاہِ مست"
"بزمِ خیال" "مے کدہ۔ بے خروش" ہے

مستی "بہ ذوقِ غفلتِ ساقی" ہلاک ہے
"موجِ شراب" "یک مژہ[1] خواب ناک"! ہے

جز "زخمِ تیغِ ناز" نہیں۔ دِل میں آرزو
"جیبِ خیال" بھی۔ تیرے ہاتھوں سے "چاک" ہے

"جوشِ جنوں" سے کچھ نظر آتا نہیں اسدؔ!
"صحرا" ہماری آنکھ میں۔ یک مشتِ خاک" ہے

گر "خامشی" سے۔ فائدہ "اخفائے حال" ہے
خوش ہوں۔ کہ میری بات۔ سمجھنی "محال" ہے

کِس کو سناؤں! "حسرتِ اظہار" کا گلا
"دل۔ فردِ جمع۔ و۔ خرچ" "زبان ہائے لال" ہے

کِس پردے میں ہے؟ "آئینہ پرداز" اے خدا!!
رحمت! کہ "عذر خواہ" "لبِ بے سوال۔ ہے!!

ہے ہے! خدا نخواستہ! "وہ" ۔ اور ۔ "دشمنی"!
اے! "شوقِ منفعل"!! یہ۔ تجھے کیا خیال ہے؟

مشکیں "لباسِ کعبہ" "علی کے قدم سے۔ جان!!
"نافِ زمین" ہے۔ نہ۔ کہ "نافِ غزال" ہے

[1] = مژہ مژہ

وحشت پہ میری "عرصۂ آفاق" تنگ تھا
"دریا" زمین کو۔ "عرقِ انفعال" ہے
"ہستی کے" مت۔ فریب میں۔ آجائیو! اسدؔ!
"عالم" تمام۔ "حلقۂ دامِ خیال" ہے!

"ہجومِ غم" سے یہاں تک "سرنگونی" مجھکو حاصل ہے
کہ "تارِ دامن" و۔ تارِ نظر" میں فرق "مشکل" ہے
"رفوئے زخم" سے مطلب ہے۔ "لذت" زخمِ سوزن۔ کی
سمجھیو مت! کہ "پاسِ درد" سے، دیوانہ "غافل" ہے
"وہ گل" جس گلستاں میں جلوہ فرمائی" کرے غالبؔ!
چٹکنا" غنچۂ دل" کا "صدائے خندۂ دل" ہے

نہ پوچھ "! نسخۂ مرہم "جراحتِ دل۔ کا
کہ اس میں "ریزۂ الماس" جزوِ اعظم ہے
بہت دنوں میں۔ تغافل نے تیرے پیدا کی
وہ ایک نگہ کہ بظاہر۔ نگاہ سے کم ہے

"ہجومِ نالہ" حیرت۔ عاجزِ عرضِ یک افغاں" ہے
"خموشی" ریشۂ صد نیستاں سے "خس بہ دنداں" ہے
تکلف برطرف! ہے جاں ستاں تر "لطفِ بد۔ خوباں[1]"
"نگاہِ بے حجابِ ناز" تیغ تیز عریاں[2] ہے

۱۔ خوباں ۲۔ خوباں

ہُوئی۔ یہ کثرتِ غم سے تلفؔ کیفیتِ شادی"
کہ "صبحِ عید"۔ مجھکو بدتر از "چاکِ گریباں" ہے!

"دل۔ و دیں" نقد۔ لا! ساقی سے گر سودا کیا چاہے
کہ اِس بازار میں۔ ساغر "متاعِ دست گرداں" ہے

غم "آغوشِ بلا" میں پرورش دیتا ہے عاشق کو
چراغِ روشن۔ اپنا "قُلزم صرصر۔ کا مرجاں" ہے

کیا تنگ! ہم ستم زدگاں کا جہان" ہے!!
جس میں کہ "ایک بیضۂ مور۔ آسمان" ہے

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کے۔ "ذرہ" میں جان ہے

حالانکہ ہے یہ سیلیِ خارا سے۔ لالہ رنگ
غافل کو میرے شیشہ پہ "مے" کا گمان ہے!

کی اُوس نے گرم "سینۂ اہل ہوس" میں جا
آوے نہ کیوں پسند؟ کہ ٹھنڈا مکان ہے!

کیا خُوب! تُم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا؟
بس چُپ رہو! ہمارے بھی مُنہ میں زباں ہے

بیٹھا ہے جو کہ "سایۂ دیوارِ یار" میں
"فرماں روائے کشورِ ہندوستان" ہے!

ؔ ستم زدون ؔ ستم زدگاں ؔ موںہہ ؔ مُنہ

ہستی کا اعتبار بھی غم نے مِٹا دیا
کِس سے کہوں؟ کہ داغِ جگر کا نِشان ہے!
ہے بارے! "اعتمادِ وفاداری" اِس قدر!!
غالبؔ! ہم اِس میں خوش ہیں۔ کہ "نامہرباں" ہے
"کارگاہِ ہستی" میں۔ "لالہ" داغ ساماں ہے
"برقِ خرمنِ راحت"۔ "خونِ گرمِ دہقاں" ہے
"غنچہ۔ تاشگفتن ہا" برگِ عافیت۔ معلوم!!
باوجودِ دلجمعی "خوابِ گُل" پریشاں ہے
ہم سے۔ "رنجِ بےتابی" کِس طرح اُٹھایا جائے؟
"داغ"۔ "پُشتِ دستِ عجز" "شعلہ" "خس بہ دنداں" ہے
کرے ہے "بادہ"۔ تیرے لب سے "کسبِ رنگِ فروغ"
"خطِ پیالہ" سراسر "نگاہِ گُل چیں" ہے
کبھی تو۔ اِس "دِلِ شوریدہ" کی بھی۔ داد ملے!
کہ ایک عُمر سے "حسرت پرستِ بالیں" ہے!
بجا ہے! اگر نہ سُنے "نالہائے بُلبلِ زار"
کہ "گوشِ گُل"۔ "نمِ شبنم" سے "پنبہ آگیں" ہے
اسدؔ ہے نزع میں۔ "چل! بےوفا!! برائے خدا!!"
مقامِ ترکِ حجاب و۔ "وداعِ تمکیں" ہے

لبِ عیسیٰؑ کی جنبش کرتی ہے "گہوارہ جنبانی"
"قیامت" کشتۂ لعلِ بتاں کا "خوابِ سنگیں" ہے
سادگی پر اُس کی مرجانے کی حسرت دل میں ہے
بس نہیں چلتا۔ کہ پھر "خنجر کفِ قاتل" میں ہے!
دیکھنا! "تقریر کی لذت"۔ کہ جو اُس نے کہا
"میں نے یہ جانا" کہ گویا۔ یہ بھی میرے دل میں ہے
گرچہ ہے کس کس بُرائی سے! ولے "با ایں ہمہ"
ذکر میرا۔ مجھ سے بہتر ہے۔ کہ اُس محفل میں ہے
بس! ہجومِ نااُمیدی! خاک میں مل جائے گی
یہ جو اک "لذت" ہماری "سعیٔ بے حاصل میں" ہے
رنج رہ کیوں کھینچیے؟ "واماندگی" کو عشق ہے
اُٹھ نہیں سکتا۔ ہمارا جو قدم "منزل میں" ہے
"جلوہ زارِ آتشِ دوزخ" ہمارا دل سہی!
"فتنۂ شورِ قیامت" کس کی آب و گل میں ہے؟
ہے دلِ شوریدۂ غالبؔ! "طلسمِ پیچ و تاب"!
رحم کر! اپنی تمنا پر۔ کہ کس مشکل میں ہے!!
آہ! کہ مری جان کو "قرار" نہیں ہے!!
"طاقتِ بیدادِ انتظار" نہیں ہے!
دیتے ہیں جنت "حیاتِ دہر" کے بدلے

نشّہ "بہ اندازۂ خُمار" نہیں ہے!
"گِریہ" نکالے ہے تری بزم سے مجھکو
ہائے! کہ رونے پہ "اِختیار" نہیں ہے!
ہم سے عبث ہے "گُمانِ رنجشِ خاطِر"!
خاک میں "عشّاق" کی غُبار نہیں ہے!
دِل! اُٹھا!! "لُطفِ جلوہ ہائے معانی"!
غیرِ گُل "آئینۂ بہار" نہیں۔ ہے
قتل کا میرے۔ "عہد" تو کیا ہے ہائے!
وائے! گر "عہدِ استوار" نہیں ہے!
تو نے قسم "مے کشی" کی کھائی ہے، غالب!
تیری قسم کا کچھ "اِعتبار" نہیں ہے!
"فریاد" کی کوئی "لَے" نہیں ہے!!
"نالہ" پابندِ نَے۔ نہیں ہے!
کیوں؟ بوتے ہیں باغباں تونبے!
گر۔ باغ "گدائے مَے" نہیں ہے
ہرچند۔ ہر ایک شے میں "تُو" ہے!
پر۔ تجھ سے "کوئی شَے" نہیں ہے!

صا دِل اُٹھا ۲ دل سے اُٹھا۔
۴ ۱ تجھ سے کوئی ۲ تجھ سے تو کوئی

ہاں! کھائیو مت ! فریبِ ہستی !!
ہر چند۔ کہیں کہ "ہے"، "نہیں" ہے!!
شادی سے گذر! کہ غم نہ رہوے!
"اُردی" جو نہ ہو۔ تو "دے" نہیں ہے
کیوں؟ "رَدِ۔ قدح" کرے ہے زاہد!!
"مے" ہے یہ "مگس کی قے" نہیں ہے!
"ہستی" ہے۔ نہ کچھ "عدم" ہے! **غالب**!!
آخر تو کیا ہے؟ اے! "نہیں ہے"!!
گھر میں تھا کیا؟ کہ "تیرا غم" اُوسے غارت کرتا!
وہ جو رکھتے تھے "ہم۔ ایک حسرتِ تعمیر" سو ہے

رحم کر! ظالم!! کہ کیا؟ "بُودِ چراغِ کُشتہ" ہے!
نبضِ بیمارِ وفا۔ "دُودِ چراغِ کُشتہ" ہے!
دِل لگی کی آرزو۔ "بے چین" رکھتی ہے ہمیں!
ورنہ۔ یاں۔ بے رونقی "سودِ چراغِ کُشتہ" ہے

عرضِ نازِ شوخیٔ دنداں "برائے خندہ" ہے
دعویٔ جمعیتِ احباب "جائے خندہ" ہے
ہے عدم میں "غنچہ" محوِ عبرتِ انجامِ گُل

"یک جہاں" زانو۔ تاتُل دُر قفائے خندہ" ہے
کُلفتِ اُفسردگی کو "عیش بے تابی" حرام!
ورنہ "دنداں۔ در۔ دل افشردن" بنائے خندہ" ہے
شورشِ باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ۔ یاں
"دل" محیطِ گریہ۔ و "لب" آشنائے خندہ۔ ہے

نشہ ہا "شاداب رنگ" و۔ ساز ہا "مستِ طرب"
شیشۂ مے سروِ سبزِ جوئے بارِ نغمہ ہے
ہم نشین! مت کہہ! کہ برہم کر نہ "بزمِ عیشِ دوست"
وہاں تو میرے۔ نالے کو بھی "اعتبارِ نغمہ" ہے!

حُسنِ بے پروا۔ خریدارِ متاعِ جلوہ ہے
آئینہ "زانوئے فکرِ۔ اختراعِ جلوہ" ہے
تاکجا؟ اے آگہی!! "رنگِ تماشا باختن"!
چشم۔ واگر دیدہ "آغوشِ وداعِ جلوہ" ہے!

اُگ رہا ہے "در۔ و۔ دیوار" سے سبزہ۔ غالبؔ!!
ہم۔ بیاباں میں ہیں۔ اور۔ گھر میں بہار آئی ہے!

۱؎ شورش ۲؎ سوزش۔ ۱؎ اُدگ ۲؎ اُگ

گلشن کو تیری صحبت، از بسکہ خوش آئی ہے
ہر غنچہ کا "گل" ہونا، "آغوشِ کشائی" ہے

واں "کنگرِ اِستغنا" ہر دم ہے۔ بلندی پر
یاں "نالے" کو۔ اور۔ "اُلٹا" "دعوٰئے رسائی" ہے

از بس کہ! سکھاتا ہے "غم" ضبط کے اندازے
جو "داغ" نظر آیا "اِک چشم نمائی" ہے

تُم! اپنے شکوہ کی باتیں۔ نہ کھود کھود کے پوچھو
حذر کرو! میرے دل سے۔ کہ اِس میں "آگ" دبی ہے

دلا! یہ "درد۔ و۔ اَلم" بھی تو "مغتنم" ہے۔ کہ آخر
نہ "گریۂ سحری" ہے۔ نہ "آہِ نیم شبی" ہے

خموشیوں میں "تماشا ادا" نِکلتی ہے
نِگاہ۔ (دِل سے) تیری "سُرمہ سا" نِکلتی ہے

"فشارِ تنگیِ خلوت" سے بنتی ہے شبنم
صبا۔ جو غنچہ کے پردے میں۔ جا نِکلتی ہے

نہ پُوچھ! سینۂ عاشق سے "آبِ تیغِ نِگاہ"
کہ "زخمِ روزنِ در" سے ہوا۔ نِکلتی ہے

پھر۔ کچھ ایک۔ دِل کو بیقراری ہے!
"سینہ" جویائے "زخمِ کاری" ہے
پھر "جگر" کھودنے لگا "ناخن"!
"آمدِ فصلِ لالہ کاری" ہے!
"قبلۂ مقصدِ نگاہِ نیاز"
پھر۔ وہی "پردۂ عماری" ہے

قطعہ

چشمِ دلّالِ جنسِ رسوائی — دِل "خریدارِ ذوقِ خواری" ہے
وہی۔ صد رنگ "نالہ فرسائی"! — وہی۔ صد گونہ "اشک باری" ہے
دِل "ہوائے خرامِ ناز" سے۔ پھر — "محشرستانِ بیقراری" ہے!
"جلوہ" پھر۔ "عرضِ ناز" کرتا ہے! — "روزِ بازارِ جاں سپاری" ہے!
پھر۔ اُسی "بے وفا" پہ مرتے ہیں! — پھر۔ وہی زندگی۔ ہماری ہے!!

قطعہ

پھر کُھلا ہے "درِ عدالتِ ناز"
گرم "بازارِ فوجداری" ہے
ہو رہا ہے جہان میں۔ اندھیر!
زُلف کی پھر "سررشتہ داری" ہے

پھر- دیا "پارۂ جگر" نے سوال!
ایک "فریاد- و- آہ- و- زاری" ہے!
پھر ہوئے ہیں "گواہِ عشق" طلب
اشک باری کا حکم- جاری ہے
"دل- و- مژگان" کا- جو- مقدمہ تھا
آج- پھر- اُس کی "روبکاری" ہے
بے خودی "بے سبب" نہیں؟ غالبؔ!!
کچھ تو ہے جس کی "پردہ داری" ہے!!
"تغافل دوست" ہوں- میرا- دماغِ عجز- "عالی" ہے
اگر- پہلو تہی کیجے، تو- جا- میری بھی خالی ہے
رہا آباد عالم "اہلِ ہمت" کے نہ ہونے سے
بھرے ہیں جس قدر "جام و سبو" مے خانہ- خالی ہے

دیکھنا! "قسمت" کہ آپ اپنے پہ رشک- آجائے ہے
میں اُسے دیکھوں- بھلا "کب"؟ مجھ سے دیکھا جائے ہے!!
ہاتھ دھو- دل سے یہی گرمی- گر- اندیشے میں ہے
آبگینہ- "تندیٔ صہبا" سے پگھلا جائے ہے
غیر- کو- یارب! وہ کیوں کر؟ منعِ گستاخی کرے!
گر- حیا بھی اُس کو آتی ہے- تو- شرما جائے ہے

شوق کو "یہ لت"! کہ ہر دم۔ نالہ کھینچے جائیے
دل کی وہ "حالت"! کہ دم لینے سے۔ گھبرا جائے ہے

دُور۔ چشمِ بد! تیری بزمِ طرب سے۔ واہ واہ!!
"نغمہ" ہو جاتا ہے وہاں۔ گر "نالہ" میرا جائے ہے

گرچہ ہے "طرزِ تغافل" پردہ دارِ رازِ عشق
پر۔ ہم۔ ایسے "کھوئے جاتے ہیں"، کہ۔ وہ "پا جائے ہے"!

اُس کی "بزم آرائیاں" سُن کر "دلِ رنجور"۔ یہاں
"مثلِ نقشِ مدّعائے غیر" بیٹھا جائے ہے!

ہو کے عاشق۔ وہ "پری رُخ" اور۔ نازک بن گیا!
رنگ کھلتا جائے ہے! جتنا کہ۔ اُڑتا جائے ہے

نقش کو اُس کے مُصوّر بھی۔ کیا کیا "ناز" ہیں؟
"کھینچتا" ہے جس قدر۔ اُتنا ہی "کھنچتا" جائے ہے

سایہ میرا۔ مجھ سے "مثلِ دُود" بھاگے ہے اسدؔ!!
پاس مجھ "آتش بہ جاں" کے کِس سے ٹھہرا جائے ہے؟

مدح

نصرت الملک بہادر!! مجھے بتلا! کہ۔ مجھے
تجھ سے جو اتنی ارادت ہے۔ تو کس بات سے ہے؟!

گرچہ تُو وہ ہے! کہ "ہنگامہ اگر گرم کرے"
"رونقِ بزمِ مہ و مہر" تیری ذات سے ہے
اور مَیں وہ ہُوں کہ گر جی میں کبھی غور کروں
غیر کیا! خُود مجھے نفرت "مِری اوقات" سے ہے
"خستگی کا ہو بھلا"، جس کے سبب سے "سر دست"
نِسبت اک گونہ "مرے دل" کو "ترے ہاتھ" سے ہے
ہاتھ میں تیرے رہے "توسنِ دولت" کی عناں
یہ دُعا "شام و سحر" "قاضیٔ حاجات" سے ہے
تُو سکندر ہے میرا فخر ہے مِلنا تیرا!!
گو شرف خضر کی بھی مجھ کو مُلاقات سے ہے
اِس پہ گُزرے نہ گماں "ریو و ریا" کا زنہار!!
"غالبِ خاک نشیں" "اہلِ خرابات" سے ہے

مثنوی

(آموں کی تعریف میں)

ہاں! دِلِ دردمند زمزمہ ساز
کیوں نہ کھولے؟ "درِ خزینۂ راز"
خامہ کا صفحہ پر "رواں" ہونا
شاخِ گُل کا ہے "گلفشاں" ہونا

مجھ سے کیا پوچھتا ہے؟ کیا لکھیے؟
نکتہ ہائے "خرد فزا" لکھیے
بارے! آموں کا۔ کچھ بیاں ہو جائے!
خامہ۔ "نخلِ رطب فشاں"۔ ہو جائے!
آم کا کون؟ "مردِ میداں" ہے!
"ثمر و شاخ" "گوے و چوگاں" ہے
"تاک" کے جی میں کیوں رہے؟ ارماں!
آئے! یہ۔ گوئے۔ اور یہ میداں!
آم کے آگے۔ پیش جائے۔ "خاک"
پھوڑتا ہے۔ جلے پھپولے۔ "تاک"
نہ چلا۔ جب کسی طرح۔ مقدور
"بادۂ ناب" بن گیا۔ "انگور"
یہ بھی۔ ناچار۔ جی کا کھونا ہے
شرم سے "پانی پانی ہونا" ہے
مجھ سے پوچھو! تمہیں خبر۔ کیا ہے؟
آم کے آگے۔ "نیشکر" کیا ہے؟
نہ گل اس میں۔ نہ۔ شاخ و برگ نہ بار
جب "خزاں" ہو۔ تب آئے اس کی "بہار"
اور۔ دوڑائیے۔ "قیاس" کہاں؟

"جانِ شیریں" میں یہ "مٹھاس" کہاں؟
جان میں ہوتی - گر - یہ شیرینی
کوہ کن - با وجود غمگینی
جان دینے میں اس کو "یکتا" - جان!)
پر - وہ یوں "سہل" دے نہ سکتا جان
نظر آتا ہے - یوں مجھے - یہ ثمر
"کُددا خانۂ ازل" میں - مگر
"آتشِ گل" پہ - قند - کا ہے "قوام"
شیرے کے تار - کا - ہے "ریشہ" نام
یا - یہ ہوگا - کہ "فرطِ رافت" سے
باغبانوں نے - "باغِ جنت" سے
"انگبیں" کے - بہ "حکمِ رب الناس"
بھر کے بھیجے ہیں "سر بہ مہر گلاس"
یا - لگا کر خضر نے "شاخِ نبات"
"مدتوں تک - دیا ہے آبِ حیات"
تب ہوا ہے - "ثمر فشاں" یہ نخل!
ہم کہاں؟ ورنہ - اور - کہاں؟ یہ نخل!
تھا "ترنجِ زر" ایک "خسرو" پاس
رنگ کا زرد - پر - کہاں؟ بو باس

آم کو دیکھتا۔ اگر۔ اک بار
پھینک دیتا طلائے دست افشار"
رونق کارگاہِ برگ۔ و۔ نوا
نازشِ دودمانِ آب۔ و۔ ہوا
رہروِ راہ خُلد کا۔ توشہ
طُوبیٰ۔ و۔ "سدرہ" کا۔ "جگر گوشہ"
"صاحبِ شاخ برگ۔ و۔ بار" ہے۔ آم
"نازپروردۂ بہار" ہے۔ آم
خاص۔ وہ آم جو۔ نہ ارزاں ہو
"نو۔ برِ نخلِ باغ سُلطان" ہو
وہ کہ ہے۔ "والیِ ولایتِ عہد"
عَدل سے اِس کے ہے۔ حمایتِ عہد
فخرِ دیں۔ عزّ شان۔ و۔ جاہ جلال
زینتِ طینت۔ و۔ جمالِ کمال
"کار فرمائے" دین۔ و۔ دولت۔ و۔ بخت
"چہرہ آرائے" تاج و۔ مسند۔ و۔ تخت
سایہ اُس کا۔ "ہُما" کا سایہ۔ ہے
خلق پر وہ "خدا کا سایہ" ہے
اے! مُفیضِ وجودِ سایۂ۔ و۔ نور!!

جب تلک ہے ”نمودِ سایۂ۔ و۔ نور“
اِس ”خُداوندِ بندہ پرور“ کو
وارثِ گنج۔ و۔ تخت و افسر۔ کو
شاد۔ دِل شاد۔ شادماں۔ رکھیو!
اور۔ غالبؔ پہ مہرباں۔ رکھیو!

حجازی پریس لاہور
باہتمام حافظ محمد اسمٰعیل پرنٹر کے چھپا و شیخ محمد حسن علی پبلشر نے شائع کیا